# کُحل الجواهر

تاریخ ونسب اولاد شهید میر حیدر موسوی م۸۲۲ھ

**تالیف : علامہ سید علی بن رضا موسوی کشمیری**

زندہ در ۱۲۶۴ ھ ۔ق

ترجمہ وتحقیق: سید محسن حسینی کشمیری

# کحل الجواهر

تالیف

علامہ سید علی بن رضا موسوی کشمیری

زندہ در ۱۲۶۴ھ ق

ترجمہ و تحقیق

سید محسن حسینی کشمیری

پیشکش: مرکز احیاء آثار برصغیر

نام کتاب: ........................ کحل الجواهر

تالیف: ........................ سید علی بن رضا موسوی کشمیری

ترجمہ و تحقیق: ........................ سید محسن حسینی کشمیری

تعداد صفحات: ........................ ۱۶۵

طبع: ........................ اول

سال نشر: ........................ ۲۰۱۳ء مطابق ۱۴۳۴ ہجری قمری

پیشکش: ........................ مرکز احیاء آثار برصغیر (مآب)

ناشر: ........................ انتشارات مرکز احیاء آثار برصغیر (مآب)

تعداد: ........................ ۱۰۰۰

قیمت: ........................ ۲۰۰ روپے

## نوٹ



فون: ۰۰۹۸-۲۵۳۶۵۲۰۷۸۶ موبائل: ۰۰۹۸-۹۱۹۹۷۰۴۳۷۲

سرورق: حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے منسوب قرآن شریف کے ایک صفحہ کا عکس جو مؤلف کے جد اپنے ساتھ کشمیر لے کر آئے تھے اور اب تک سادات موسوی چھتہ بل کے پاس موجود ہے۔

# فہرست مطالب

# حرف اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زندہ و جاوید قوموں کا دستور ہے کہ وہ اپنے اسلاف کو اور ان کے کارھای نمایاں کو یاد رکھتی ہیں اور بقول علامہ مرزا محمد ھادی صاحب تجلیات کہ "قوموں کی بقاء اسلاف کے حالات وآثار کو زندہ رکھنے میں ہے" ان کلیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم نے مصمم ارادہ کیا ہے کہ اپنی جوان وجدید نسل کو ان کے اسلاف کے حالات وآثار کے کارناموں سے آشنا کیا جائے تاکہ وہ یہ جان لیں کہ یہ تعلیمات اسلام خصوصا مذہب اہل بیت ہم تک آسانی سے نہیں بلکہ ہمارے بزرگوں کی ان تھک شب و روز کی محنتوں اور جان و مال کی قربانیوں کے بعد ہمیں نصیب ہوا ہے۔ لہذا اس ارادہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ہم نے اپنے دوستوں کی مدد سے مرکز احیاء آثار برصغیر کی بنیاد رکھی۔ اس مرکز کی تاسیس کے متعدد اہداف ہیں جو ہم نے مرکز کے تعارف میں جداگانہ تحریر کیے ہیں۔ انہیں اہم اہداف میں سے ایک ہدف اہم کتابوں کا احیاء ہے۔ اور کتاب عظیم الشان کحل الجواھر اسی ہدف کی تکمیل کی ایک کڑی ہے۔

ہم نے اپنے برادر عزیز جناب محقق سید محسن حسینی کشمیری کی کتاب دانشنامہ شیعیان کشمیر کے مقدمہ میں تحریر کیا تھا کہ کتب تراجم کی تالیف و تصنیف کوئی آسان کام نہیں ہے اور ان کی متعدد اقسام ہیں اسی طرح کتب تذکرہ کو تعلیقات لگا کر احیاء کرنا بھی کوئی آسان کام نہیں ہے اور اس احیاء کی بھی متعدد قسمیں ہیں جن میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ احیاء کتب کی ایک قسم یہ ہے کہ کسی بزرگ نے کتاب لکھی ناشر یا محقق نے اسے اٹھایا اور اسی حالت میں چھاپ دیا یہ بھی ایک قسم کا احیاء ہے کہ نادر یا مفقود کتاب کو دوبارہ زندہ کیا گیا ہے لیکن احیاء کنندہ، کو اپنے جوہر علمی دکھانے کا بالکل موقع نہیں ملا اور نہ ہی اس قسم کے احیاء سے احیاء کرنے والے کی علمی صلاحیتوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کیونکہ اس نے کوئی کام بھی علمی جوہر دکھانے کے لیے انجام نہیں دیا ہے لیکن اس کے باوجود بھی ایک مطلب روشن ہو سکتا ہے کہ اتنی کتب میں سے اس کتاب کو احیاء کرنے میں کوئی راز ضرور مضمر ہے جو احیاء کرنے والے کو متعارف کرا سکتا ہے۔

۲۔ ایک احیاء کی قسم یہ ہے کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں کتاب کو منتقل کرنا امانت کا لحاظ کرتے ہوئے مطلب کو دوسری زبان میں ڈھالنا خاصہ مشکل کام ہے اور مترجم اپنی صلاحیت کو بروکار لاتا ہے اس سے مترجم کی صلاحیتوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔

۳۔ ایک اور قسم ترجمہ کے ساتھ ساتھ بعض مقامات پر تعلیقات لگانا۔ یہ تعلیقات چند قسم کے ہوتے ہیں۔ ۱۔ تشریحی تعلیقات ۲۔ تنقیدی تعلیقات ۳۔ مؤلف کے مطالب کو محکم کرنے والے تعضیدی تعلیقات اور ان مطالب سے مربوط دیگر ارباب تذکرہ وتراجم وغیرہ کے اشتباہات و تحقیقات کی اصلاح اور نقد و بررسی کرتے ہوئے تحقیقی تعلیقات تحریر کیے جاتے ہیں۔ قارئین سمجھ سکتے ہیں کہ حواشی و تعلیقہ جس قسم کا بھی ہو آسان کام نہیں ہے اور صاحب تعلیقہ و حواشی کے علم کے ساتھ ساتھ اس کے ایمان، صداقت حدیث وغیرہ جانب داری کا عظیم امتحان ہے اس بات کا فیصلہ تو ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ ہمارے یہ جوان محقق کس حد تک قاری کی نگاہ میں کامیاب ہوئے ہیں لیکن اتنا ضرور عرض کرنا ہے کہ سید بزرگ وار نے اس کتاب میں ترجمہ و تعلیقات کے تو تمام جوہر دکھائے

ہیں۔ ترجمہ کے ساتھ ساتھ فارسی متن کو پیش کر دیا ہے اور مذکورہ اقسام تعلیقات میں ہر قسم کے نمونے موجود ہیں اور یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ:

**این سعادت بزوربازو رنیست          تا نہ بخشد خدا بخشندہ**

ہماری دعا ہے کہ رب کریم ہمارے اس جوان محقق کو اپنے اجداد کے دین کی خدمت کی زیادہ سے زیادہ توفیق عنایت فرمائے اور ان کو اپنے اسلاف کے حالات و آثار کو زندہ کرنے کے ارادوں کو ہمیشہ جوان رکھے آمین۔

الاحقر الفانی طاہر عباس اعوان

مدیر مرکز احیاء آثار برصغیر

# انتساب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم اپنی اس ناچیز کوشش اور جدوجہد کو ان دوہزار سے زیادہ شہیدان راہ فضیلت کے نام منسوب کرتے ہیں۔ جن کو امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے جرم میں روز عاشورا ۱۲۴۶ھ کو امام باڑہ جڈ بل میں تہ تیغ کیا گیا۔ امام باڑے کے دروازے بند کر کے چاروں طرف آگ لگائی گئی اور محلہ جڈ بل کا محاصرہ کر کے زمین کشمیر کو محبان اہل بیت علیہم السلام کے خون سے لالہ زار بنایا گیا۔ مومنین کے آشیانے پھونک کر ان کا مال و متاع لوٹا گیا اور تقریباً آٹھ سو عورتیں اور بچے جب ایک غار میں پناہ گزین ہوئے تو دہان غار پر نار نمرود روشن کر کے ان تمام مخدرات اور معصوم بچوں کو شہید کیا گیا۔ ہائے افسوس ! صرف اس عاشورا کی ایک دوپہر کو سب کچھ فنا ہو گیا اور مومنین کی شام غریباں آگئی ۔ ان شہداء کی شجاعت اور قربانی پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہو سکتی ہے کہ انہوں نے اپنی جان و مال کو نذر کر کے مظلوم کربلا ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام کی عزاداری کو تھمنے نہ دیا اور خود مر کر ہمیشہ کے لئے زندہ و جاوید ہو گئے۔ یہ ہیں ہمارے حسین علیہ السلام اور یہ ہے ہماری کربلا۔ یہ ہے ہماری عزاداری اور یہ ہے ہماری عبادت۔ خدا کی قسم ہم کبھی بھی اس راہ میں اپنی جان و مال دینے سے دریغ نہ کریں گے اور جب تک آخری سانس باقی ہے ہم کربلا کے پیغام کو عام کریں گے

**یالیتنی کنت معھم فافوز فوزا عظیما**

# عرض حال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین

محمد الصادق الامین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین۔

شیعیان کشمیر نے تاریخ اسلام اور اسلامی علوم و ثقافت کی نشر و اشاعت میں جو شاندار کردار ادا کیا اس کے مقابلے میں جتنا بھی ان کے بارے میں لکھا گیا بہت کم ہے یا یہ کہیے کہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں لیکن اہم ترین وجہ یہ ہے کہ مخالفین کی طرف سے شیعیان کشمیر کو جو خطرے لاحق تھے اس کے پیش نظر کشمیری شیعہ علماء نے مجبور ہو کر قلم و قرطاس سے اپنے ہاتھ کھینچ لئے اور عندلیبان سخن خاموش ہو گئے[۱]۔ اس کے باوجود شاید ہی کوئی موضوع ہو گا جس پر وادی کشمیر کے علمائے شیعہ نے خامہ فرسائی نہ کی ہو اور اس موضوع کا حق ادا نہ کیا ہو۔ ان کی کتابیں آج بھی دنیائے تشیع کے شاہکاروں میں شمار ہوتی ہیں اور یہ ایسی کتابیں ہیں جو اس سر زمین کے فرزندوں نے یا تو غریب الوطنی میں تحریر فرمائیں یا کشمیر میں لکھ کر ان کے نسخے دیگر ممالک بھیج دیئے۔ اسی لئے یہ کتابیں آج تک موجود ہیں خواہ مطبوعہ ہوں یا غیر مطبوعہ۔ نہ جانے کتنے علماء اور دانشور ایسے گزرے ہیں جنہوں نے کشمیر میں رہ کر کاغذ کے صفحات پر خون جگر بہا کر مختلف علوم میں اپنی نئی تحقیقات پیش کیں۔ لیکن افسوس کہ ان کتابوں کا انجام آتش اور غارتگری کے سوا کچھ نہ ہو سکا اور یہ کشمیر میں تاریخ تشیع کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ البیاض الابراہیمی نامی کتاب جو کشمیر میں بارہویں صدی ہجری میں لکھی گئی اس پر ایک

---

۱۔ السادۃ فی السیادۃ السادۃ ص ۱۹۷۔

عالم و فاضل شخص محمد بن حسن نے مقدمہ لکھا ہے اور یہ مقدمہ آستان قدس رضویؒ مشہد ( ایران ) اور عتبہ عباسیہؑ کربلا ( عراق ) کے دونوں نسخوں میں موجود ہے۔ چنانچہ موصوف اس مقدمے میں لکھتے ہیں کہ ۱۱۳۲ھ میں کشمیر میں ایک عظیم فساد رونما ہوا جس میں بے شمار لوگوں نے مظلوم شیعوں پر حملہ کر کے ان کے اموال کو غارت کیا اور ان کے گھروں کو ویران کر کے سب کچھ نذر آتش کیا۔ انہیں طرح طرح کے مصائب و آلام میں مبتلا کیا مگر افسوس کہ اس جماعت کا نہ کوئی حامی تھا اور نہ مددگار۔ عورتوں اور بچوں کو جن کی تعداد آٹھ سو سے کچھ زیادہ تھی زندہ جلایا گیا اور اس روز شہداء کی تعداد تقریباً ایک ہزار سات سو ستر تک پہنچی۔ دو لاکھ کتابوں کو جلا کر راکھ کر دیا گیا اور اس کے علاوہ دیگر کتابوں کو کیچڑ میں پھینک کر ضائع کیا گیا۔[۱]

اس ظلم و طغیان، جور و جفا، لوٹ کھسوٹ اور آگ کے شعلوں میں کیسے اس بات کی امید کی جاسکتی ہے کہ ہمارا علمی سرمایہ محفوظ رہتا؟ بہر حال یہ تو صرف ایک سال یعنی ۱۱۳۲ھ کا حال ہے۔ اب ذرا اندازہ لگایئے کہ ایسے کتنے ہی حملوں میں ہمارے جواہر پارے آگ کی نذر ہوئے ہوں گے۔ کشمیر کے تمام مورخین نے ان حملوں اور تاراجوں کی سرگذشت کو اپنی اپنی تاریخوں میں بیان کیا ہے۔ البتہ سب سے زیادہ مفصل مورخ پیر غلام حسن کھویہامی نے اپنی تاریخ جلد اول صفحہ ۴۷۹ سے لے کر ۴۹۴ تک شیعیان کشمیر کا صحیفہ مصائب مرتب کیا ہے اگرچہ تعصب سے مجبور اس نے ان تاراجوں کا ذمہ دار شیعوں کو ہی ٹھہرایا ہے جس پر ایک معروف ضرب المثل " الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے " صادق آتی ہے۔ متعصب اور جانبدار ہونے کے باوجود حسن کے

---

۱۔ مقدمۃ البیاض الابراھیمی ( مخطوط ) ص ۶۔

پاس ایک مورخ ہونے کی حیثیت سے شیعوں پر ان مظالم کا ذکر کیے بغیر کوئی چارہ نہ تھا ۔ تو ایک شیعہ مورخ سے کیسے اس بات کی توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ ان فسادات کی سرگذشت کو اپنی تاریخ کا جز نہ بنائے ۔ اگر شیعیان کشمیر کا یہ خونچکاں ورق ان کی تاریخ سے نکالیا جائے تو یقیناً آنے والی نسلیں تاریخ کشمیر کو صحیح معنوں میں نہیں سمجھ سکتیں۔ آج کے دور میں ان فسادات کو ذکر کرنے سے ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہم وادی کے مسلمانوں کو آپس میں جنگ و جدال کی دعوت دیں بلکہ یہ داستانیں کشمیر کے تمام مسلمانوں کے لئے باعث عبرت ہیں کہ کس طرح بعض افراد کی سودے بازی سے ظالم حضرات بیرون کشمیر سے آکر کشمیریوں پر مسلط ہو گئے اور انہوں نے اپنے مفادات کو پورا کرنے کے لئے مسلکی اختلاف کو ہوا دے کر آگ میں تیل کا کام کیا۔

سرزمین کشمیر میں میراث اہل بیتؑ کی بربادی پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ آج کے ترقی یافتہ دور اور آزاد فضاء میں بھی ہم نے کبھی اپنی باقیماندہ عظیم علمی میراث کو محفوظ کرنے کی کوشش نہیں کی اور یوں ہماری نسلیں اپنی تاریخ سے ناآشنا رہیں جس کا دُکھ ہمیں مرتے دم تک رہے گا۔

سن ۲۰۰۲ء کی بات ہے جب ہماری عمر سولہ سال کی تھی تو ہم نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہم شیعیان کشمیر کی تاریخ اور علمائے کشمیر کے آثار کو زندہ کر کے اس عظیم عبادت کو اپنے دیگر مشاغل پر ترجیح دیں گے۔ اس سلسلے میں بعض بزرگان اور اہل فن کی مشورت سے ہم " دانشنامہ شیعیان کشمیر" لکھنے میں مصروف ہو گئے اور پہلی جلد علماء کے تذکرے سے مخصوص کی اور یہ کام کشمیر میں ہی انجام پایا جو ۲۰۱۱ء میں کراچی ( پاکستان ) میں چھپ کر منظر عام پر آئی۔ چونکہ یہ جلد کشمیر میں تحریر ہوئی تھی اور وہاں منابع کی کمی کے باعث اگرچہ آج بھی اس میں کچھ نقائص پائے جاتے ہیں لیکن سردست ہمارے پاس اس کے علاوہ

کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے۔ البتہ بہت جلد اس جلد کو دیگر چار جلدوں کے ہمراہ مکمل اضافات کے ساتھ مومنین کی خدمت میں انشاء اللہ دوبارہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ اس کے علاوہ علمائے کشمیر کے آثار کو بہ تدریج مزید تحقیقات اور اضافات کے ساتھ منظر عام پر لانے کی کوشش کریں گے مگر تاریخ شیعیان کشمیر کے منابع کو دیگر کتابوں پر ترجیح دی جائے گی۔

یہ مہر تاباں سے کوئی کہہ دے کہ اپنی کرنوں کو گن کے رکھ لے

میں اپنے صحرا کے ذرے ذرے کو چمکنا سکھا رہا ہوں

یہ وہ گھروندے ہیں جن پہ اک دن پڑے گی بنیاد قصر جنت

نہ سمجھیں سکاں بزم دنیا کہ میں گھروندے بنا رہا ہوں

اسی سلسلے کی ایک کڑی "کحل الجواھر" ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے جس کے متعلق ہم اگلے صفحات پر گفتگو کریں گے۔ ہم دانشمند محترم استاد آقای ڈاکٹر مھدی خواجہ پیری کے شکر گزار ہیں جنہوں نے ہمیں تحقیق کے اصول وقواعد سے آشنا کرایا۔ اس رسالہ کی تحقیق اور ترجمہ کے دوران اگر حجج الاسلام والمسلمین شیخ طاہر عباس اعوان صاحب مدیر مرکز احیاء آثار برصغیر، سید شجاعت حسین رضوی گوپال پوری صاحب اور اخوی شیخ عباس رضا صاحب کا ساتھ اور رہنمائی نہ ہوتی تو یہ کام پایہ تکمیل کو نہ پہنچتا۔

خدواند کریم سے التجاء ہے کہ مذہب اہل بیتؑ کی راہ میں ہماری اس حقیر کوشش کا اجر و ثواب ہماری نانی مرحومہ حلیلہ مرحوم آقا سید محمد حسینی جلالی (م ۱۳۹۳ھ) کی روح پُر فتوح کو عطا فرمائے جو شب دوشنبہ ۲۴ ماہ ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ (۲۳ اکتوبر ۲۰۱۱ء) کو وفات

کر گئیں افسوس کہ ہم ان کے سرہانے نہیں تھے کہ آخری دیدار کرتے۔ ان کا ہم پر بہت حق ہے۔ رحمۃ اللہ علیہا

محسن الحسینی الکشمیری کان اللہ لہ

روز سہ شنبہ ۱۱ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ ۔ ۲۵ دسمبر ۲۰۱۲ء

قم المقدسۃ

# تحل الجواھر اور اس کے مؤلف

### مؤلف

افسوس کہ مولف کے حالات پردہ خفاء میں ہیں لیکن اپنے بارے میں جو اطلاعات انہوں نے تحل الجواھر میں فراہم کی ہیں اور اس کے علاوہ جو ہمیں ان کے خاندان کے مشجرات سے دستیاب ہوا انہیں ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

مؤلف کا سلسلہ نسب ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام تک پہنچتا ہے جو یوں ہیں: السید علی بن الشہید السید رضا بن السید ہادی بن الشہید السید حسین بن السید یحییٰ بن السید عبد الہادی بن الشہید السید نوروز بن الشہید السید حسن بن الشہید السید عبد الغنی بن الشہید السید محمد جبل العاملی بن الشہید السید میر سلطان حیدر بن السید صدر الدین موسیٰ بن السید صفی الدین الاردبیلی بن السید امین الدین جبرئیل بن محمد صالح بن قطب الدین بن صلاح الدین الرشید بن محمد بن عوض الخاص بن فیروز شاہ زرین کلاہ بن شرف شاہ بن تاج الدین الحسن بن محمد بن مجد الدین ابراہیم بن جعفر بن محمد بن اسماعیل بن محمد بن احمد بن محمد بن قاسم بن حمزۃ بن الامام موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام۔

علامہ جلیل سید علی موسوی کا تعلق موسوی سادات کے اُس خاندان سے ہے جن کے جد اعلیٰ شہید سلطان حیدر ۷۶۶ھ میں ایران سے کشمیر آئے۔ اس خاندان نے دسیوں علماء، فقہاء اور دانشور پیدا کیے۔ یہ گھرانہ اپنے شرف و بزرگی میں مشہور اور جامہ دانش و تقوی سے آراستہ تھا۔ مختلف ادوار میں اس خاندان کے بزرگان نے علم و ادب کی جو درخشان خدمت کی وہ تاریخ میں ثبت ہے۔ سرزمین کشمیر پر اس خاندان کی علمی اور تبلیغی خدمات ناقابل فراموش اور مذہب اہل بیت علیہم السلام کی بقاء کے لئے ان کی شہادتیں اہل

کشمیر کے لئے باعث فخر ہیں۔ اسی خاندان کی ایک ممتاز شخصیت کا نام سید رضا ہے جو علم و دانش میں بلند مقام رکھتے تھے اور روز عاشور ۱۲۴۶ھ کو مخالفین کے ہاتھوں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ ان کے صرف ایک بیٹے تھے جن کا اسم گرامی علی تھا لیکن علی بن رضا کے نام سے مشہور تھے۔ انہوں نے کشمیر، ایران اور عراق کے مختلف شہروں میں تعلیم حاصل کی اور بعض اسناد سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ۱۲۳۸ھ سے پہلے وارد عراق ہو چکے تھے اور ۱۲۴۵ھ کے بعد کشمیر تشریف لائے تھے۔ موصوف کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے پاس ایک گرانقدر کتب خانہ تھا مگر آج اس کا کہیں نام ونشان تک نہیں۔ آپ کو مشائخ عظام اور علمائے کرام سے جو اجازے ملے ہیں وہ "عبد صالح" میں موجود ہیں۔ کحل الجواہر میں درج ذیل صرف دو اجازے ملتے ہیں:

۱۔ اجازہ آیت اللہ العظمٰی سید محمد باقر شفتی اصفہانی (م ۱۲۶۰ھ) بہ تاریخ ۱۱ جمادی الثانی ۱۲۴۵ھ۔

۲۔ اجازہ آیت اللہ العظمٰی سید محمد بن معصوم رضوی المدعو بہ ابن قصیر (م ۱۲۵۵ھ) بہ تاریخ ۱۴ رجب ۱۲۴۵ھ۔

آپ کا سال وفات معلوم نہ ہو سکا۔ دانشنامہ شیعیان کشمیر ج ۱ ص ۲۰۶ پر ہم نے حدوداً ۱۲۸۰ھ کا احتمال دیا ہے۔ آپ کا مدفن رنگہ پرستان رعناواری (سرینگر) میں ہے۔



**تلامذہ اور اولاد:**

آپ کے تلامذہ میں ملا محمد صادق انصاری کا نام ملتا ہے اور اولاد ذکور میں سید محمد، سید رضا، سید اکبر اور سید قاسم ہیں۔ اور اناث میں صرف ایک دختر کا ذکر ہوا ہے۔

آثار:

۱۔**عہد صالح** : یہ کتاب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے حالات پر مشتمل ہے۔ سادات موسوی کا مفصل شجرہ اور اس پر علماء کی تصدیقات بھی موجود ہیں۔ کتاب کی ابتدا میں مؤلف کے نام اجازات بھی مذکور ہیں۔ اس کا مخطوطہ ڈاکٹر سید کمال الدین حسین ہمدانی نے حکیم سید محمد منور آبادی کے کتب خانہ میں دیکھا تھا۔ یہ کتاب مفقود اور غیر مطبوعہ ہے۔

۲۔**شرح نفحۃ العرفان** : شہید علامہ سید سلطان حیدر موسوی (م ۸۲۲ھ) کی کتاب نفحۃ العرفان کی شرح ان کے پوتے سید عبداللہ بن سید عبدالغنی نے فارسی زبان میں لکھی تھی اور صاحب کحل الجواہر نے اس شرح کی شرح لکھی۔ یہ کتاب بھی نظروں سے اوجھل ہے۔

۳۔**کحل الجواہر** : آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ جس پر تفصیل سے بحث کریں گے۔

(دانشنامہ شیعیان کشمیر ج ۱ ص ۲۰۶۔۲۰۸، فصل الخطاب جزء ۲ ص ۶۔۷، مشجرات سادات موسویہ)

## کحل الجواہر

اس کتاب کا موضوع سید سلطان حیدر موسوی اور ان کی اولاد کے حالات ہیں۔ لیکن اس میں دیگر بزرگان اور علماء کے حالات بھی کہیں کہیں آئے ہیں۔ مؤلف نے حالات کو بہت مختصر لکھا ہے چنانچہ وہ خود لکھتے کہ ہم نے اپنے فرزند معنوی اور شاگرد ملا صادق انصاری اور بعض دیگر احباب کی خواہش پر کحل الجواہر کو عہد صالح کے ضمیمہ کے عنوان سے لکھا ہے۔ انہوں نے اپنے مآخذ کا ذکر ہی نہیں کیا ہے صرف اس بات کی تصریح کی ہے

کہ جو کچھ ہمیں مشجرات، کتب تواریخ اور باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا خصوصاجب ہم قم اور دیگر مقدس شہروں میں مشغول تحصیل تھے تو ہم نے مواد کو جمع کیا اور اس کا نام کحل الجواھر رکھا۔ مؤلف نے صرف اپنے ایک مصدر المقامات کا نام لیا ہے۔ اور یہ کتاب شیخ حسن رہنماجڈ بیلی نے لکھی ہے جو چک دور کے مجتہدوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ کتاب بھی ناپید ہے۔

مولف کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس کشمیر کے بہت سے بزرگان کی تالیفات موجود تھیں۔ جیسا کہ انہوں نے خود یہ کہہ کر توجہ دلائی ہے کہ مثلاً ہم نے اس کتاب کو دیکھا ہے یا اس کتاب کی تعریف و تمجید کی ہے۔

کتاب کے آخر میں مؤلف کے نام دو اجازے اور سادات موسوی کی سیادت پر آیات عظام شیخ محمد شریف مازندرانی حائری (م ۱۲۶۴ھ)،

ابن عابد دربندی (م ۱۲۸۵ھ)، محمد صادق انصاری (م ۱۲۹۶ھ) کی تصدیقات بھی نظر آتی ہیں۔ آخر میں میر سید سلطان حیدر کا مختصر نسب نامہ بھی موجود ہے۔

۱۵ جمادی الثانی ۱۲۶۴ھ کو مؤلف اس کے لکھنے سے فارغ ہوئے تھے اور اسی سال شعبان میں ۱۶ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ سید رسول رضوی کشمیری کے اہتمام سے لاہور میں مطبع الاسلامی میں چھپا تھا۔ اور یہی نسخہ ہمارا مورد اعتماد ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں اس کا دوسرا مطبوعہ نسخہ نہ مل سکا خطی تو دُور کی بات ہے۔ اس نسخہ کی جلد پر یہ مطالب درج ہیں:

الحمدلله والمنة درین زمان میمنت اقتران مودّت نشان رسالہ شریفه مُنیفه مسمّیٰ

به کحل الجواهر تصنیف لطیف وتألیف مُنیف سُلاله خاندان مُصطفوی وخلاصه دودمان

مُرتضوی آقا سید علی الموسوی الکشمیری

ہم نے اصل فارسی رسالہ کی صرف تصحیح کی ہے اور اس کے منابع کا ذکر کیا ہے۔ متن کو مرتب کر کے اس کے عناوین مشخص کئے ہیں اور قوسین میں ہماری طرف سے کئے گئے اضافات ہیں۔ پھر اردو میں اس کا ترجمہ کر کے اس پر جگہ جگہ تعلیقات لگائے ہیں اور بعض اہم نکات پر سیر حاصل بحث حاصل کی ہے۔ ترجمہ کے دوران اکثر اشخاص کے القاب کو حذف کیا ہے اور آخر میں ملا حیدر علی انصاری (م ۱۳۳۳ھ) کی کتاب فصل الخطاب فی جواب سوال مشاکیک الانساب جزء ۲ سے اس خاندان کا مفصل شجرہ نسب اور اس شجرہ پر علما کی تصدیقات کو آخر پر ملحقات میں نقل کیا ہے۔

کحل الجواهر

آقا سید علی الموسوی

صفحہ عنوان کحل الجواہر

ببقاء وجوده بلطفه وجوده

الاحقر محمد صادق الانصاری عفی عنه

---

وقع الفراغ من تسويد هذه
الاوراق لخامس عشر من جمادی الاخریٰ
سنه لاربع وستين ومأتين بعد الالف ١٣٦٤
من الهجرة النبويه

---

طبعت فی مطبع الاسلامی
اللاهور
باهتمام
سید حسن الرضوی الکشمیری عفی عنه
فی شعبان المعظم ١٣٦٤ هجری

صفحه آخر کحل الجواهر

# کحل الجواهر

تالیف

علامہ سید علی بن رضا موسوی کشمیری

زندہ در ۱۲٦٤ھ ق

# [مقدمه مولف]

الحمد لله الذی وَعَدَ فَوَفَا و اَوعَدَ فعفا و الصّلوة علی محمد نور الارض و السّمآء و علی دُر المصطفی و الهما اهل السّنآء و الصّفا

و بعد ؛ پس می گوید بنده بی بضاعت، متمسک به ذیل عصمت و طهارت، اقل الوراءعلی بن رضا۔ صانه الله عن الزّلل و الخطاء و منّ علیه بالجود و العطاء و حشره مع من ارتضی ۔

بر اولوا البصائر و ذوی العشائر آشکار و ظاهر باد؛ که چون از تألیفات سابقه مثل عبد صالح و شرح نفحة العرفان بمنّه و کرمه فارغ گشتم؛ جمعی از اخوان و خُلان سیما ولدی المعنوی الحبر الملی فاضل الیلمعی ملا صادق علی انصاری۔صُین بلطف الباری۔ و غیر ذلک من الذین لا یسعنی ردّ مقولهم خواهش نمودند، که ضمیمه به عبد صالح اضافه شود، مشتملاً علی الأحوال الآباء و الأجداد وکوائفهم، من زمان میر حیدر الموسوی الاردبیلی۔افاض الله وشأبیب رحمته علی تربته بمحمد سید بریته و الحیرة عترته ،الی زماننا هذا به عبارة سهلة بیضآء که عام فهم و جامع و نافع بلکه مانع هم باشد ۔ فأجبتُ مسئولهم و فی الله مأمولهم ۔ و جمع

نمودم آنچه مرا بهم شد از مشجرات و کتب تواریخ و ذرائع موثقه معتبره، خاصۀ وقت تحصیل در معصومه قم [ سلام الله علیها ] و بلاد مقدسه بعد جمع آوری درین وجیزه نامیدم او را به" کحل الجواهر" ۔ و الله المؤ فق و الیه المآب ۔

### [ا۔۲] [میر سید سلطان حیدر و میر حسین کبروی] [م۸۲۲ھ]

پس بدان که ارشدَ الله المؤمنینَ و الاعقابَ الی صراط مستقیم صاحب الوحی و الکتاب؛ که جد امجد این خانواده جلیل میر سید سلطان حیدر الموسوی الاردبیلی ثم الکبروی الکشمیری از احفاد امجاد باب الحوائج حضرت موسی بن جعفر علیهما السّلام ، و نسبش به بست و دو واسطه به امام عرش مقام علیه و آبائه و ابنائه السّلام می رسد؛ کما سیاتی فی الآخر ۔ سید موصوف در سنه ستّ و ستین و سبع مائۃ [۷۶۶ ھ] از ورود امام العارفین سید السالکین سید شرف الدین المعروف به بُلبُل شاه بن امین الدین جبرئیل۔ رحمۃ الله و برکاته علیهما۔ به عهد سلاطین کشمیر مشهور به شَهمیریاَن به امر خالوی بلند مقدار قطب یزدانی و غوث صمدانی میر سید علی الهمدانی۔ قدس سره و سریرته۔ رونق افزائی جنت کشمیر۔ صانها الله عن التدمیر۔ گشت، که صاحب

علوم ظاهریه و کمالات باطنیه بود ـ و اکتساب علوم ابتدائیه و مقدمات لازمیه همراه اعلم الاورع شریف الاشراف شیخ السادات علی الموسوی الاذربایجانی۔عطر الله مرقده۔ نزد والد بزرگوار صاحب الکرامات الباهرة و الکمالات الوافره سید سلطان صدر الدین موسی الاردبیلی۔ اعلی الله مقامه فی اعلی علیین۔ تکمیل نمود - بعد از آن نزد خلد مکان،جنت آشیان، فخر الملة و الدین شیخنا علامه حلی۔قدس روحه۔ به زیور علوم عقلیه و نقلیه آراسته گردید - پس به الهام غیبی و امر خالوی عینی ارض کشمیر را رونق بخشید - در اوایل ورود چند سال به گأری نَمبَل در حدود نائدکِ‌بے گذرانید ـ ندای اتموا الحجّ و العمرة را لبیک کنان به مکه مکرمه رخت سفر بست، و بعد از ادائی مناسک به وطن خود اردبیل مراجعت نمود ـ

کرّةً ثانیةً همراه خال با کمال میر علی همدانی و برادر خاله میر احمد اندرابی الحسینی،و جمعی از سادات و صلحای عصر مراجعت به کشمیر فرمود، و در این جا سکونت استقلال یافت، وبرای ترویج دین مبین شرع متین سید المرسلین وآله المیامین همه تن مصروف، وبه جان و دل مشعوف بود ـ کتاب "هدایت

المسترشدین الی احکام المعصومین" به کمال ایضاح و انشراح تصنیف فرمود ، و بعد از رجوع از شهر افسوس و شرف یابی زیارت اصحاب کهف، در رد اهل صوف که عوام را گول می زنند، و از خوارق عادات کرامات خود به کمال برودت ذکر می کنند، و به حضرات معصومین۔ صلوات الله علیهم اجمعین۔ بهتان بسته مرتکب اثم مبین می شوند ،کتابی مشتمل بر آیات الهیه قرآنیه و سنن نبویه و احادیث شرعیه به نام " نفحة العرفان" تألیف فرمود، و اصل و بنیاد اهل صوف از آن کتاب آشکارا وهویدا است۔

الحمد لله و المنته که کتاب مذکور را یکی از ذراری مؤلف موصوف اعنی سید النجبآء و الشرفآء سید عبد الله بن عبد النبی الموسوی به زبان فارسی شرح نموده ،و این مذنب الجانی شرح ، شرح آن نمود ۔ سکندر بُت شکن در تعظیم و تکریم او و سید حسین الکبروی و سید محمد مشهدی سعی بلیغ فرمود ؛ وهر سه بزرگان را تکلیف قضاوت داد و لکن هم أعتذروا اعتذاراً شدیداً۔

بعد از یک سال سلطان سکندربازاصرارو ایرام نمود ، لاجرم سیدین المذکورین الاولین به کمال جبر و اکراه قبول فرمودند ؛یکی در مَراج و یکی در یمراج تا یک سال، و به روایتی سه سال

قضاوت فرمودند؛ مگر به وجه عروض دقت تامه در تبلیغ دین مبین از عهده قضاوت استعفا جُستند ،و به کمال سعی و اهتمام در فضای مؤالب نه مخالف در اشاعت اسلام و ترویج مذهب ائمه انام کوشیدند .

میر حیدر چندی در حدود شهر بسر نمود ،و در ریاضت و عبادت مقامی حضورش گردید . حلیله وی بی بی بارعه دختر حضرت میر سید علی همدانی در آنجاه آسوده ،و این مقام به حیدر پُورَه مشهور است ، از مفصلات شهر، و بعد از آن قریباً یک صد سال شیخ سلطان قلندر بن شیخ الصدر، که از قرابت داران میر حیدر، و اخوی زاده قطب الاولیائی الکاملین،امام المرتاضین میر محمد شمس الدین العراقی،انار الله برهانه، بود ، در آنجا مدفون گردید . میر حیدر الاول مسجد سلطانیه و مسجد خُسرو در اِندَر کُوٹ به عهد سلطان کاسر الاصنام،ناصر الاسلام،مروّج الاحکام سکندر را تعمیر فرمود، قبلاً آنجا منادر و معابد هنود بوده؛ آورده اند که چون به اشاره غیبی مربی میر محمد همدانی، وقت عجز او در مباحثه با سید حصاری الحنفی گردید؛ پس به

---

۱ . تاریخ حسن ج ۳ ص ۲۴ – ۲۵

اشاره میر محمد الهمدانی خلف الصدق میر علی الحسینی الهمدانی، چون از تعمیر خانقاه وَچِی فراغت یافت [۱]؛ در کُولَه گاَم سه سال گذرانید، و حلیله ثانیه اش دختر میر محمد المدنی- برّد الله مضجعه- در آن دیار جهان را پدرود[بدرود] نمود . پس به امر میر محمد مدنی به مَدِین صاَحِب در حدود نُوشَهره آمده ؛در تعمیر مکتب معینش گردید . ثم استقلَّ السَّکونة فی بِرارِی نَمبَل، از حدود خانقاه معلی . آخر الامر به دست یادگاران بنو امیه شربت عسل شهادت در عهد علی شاه پُر جفا چشید بعضی در سَنگَس کُهرَت و بعضی در سرینگر گویند .

و قتل معه السّید حسین الکبروی المذکور و کان ذلک فی خمس و عشرین[۲۵] رجب سنه اثنتا و عشرین و ثمانمائة [۸۲۲هـ] « آن مهرومه سیادت » تاریخ اینِ واقعه هائله است . هر دو صاحبان پاکشان در نَمچه بَل زینت زمین گردیدند . [۲]

---

۱ . تاریخ حسن ج ۱ ص ۳۳۷

۲ . السادة في السیادة السادة ص ۲۱۱ ؛ فصل الخطاب جزء ۲ ص ۹

سلطان بُدْ شاه که ثانی نوشیروان عادل بود ، بر قبورشان روضه عالیه تعمیر و تأسیس فرمود و گاه گاه برای درک فیوض به آنجا می رفت . دلاور خان صُوبدار [صُوبِیدار ] کشمیر بنا بر تعصب مسلکی و شرارت مذهبی به وقت ترصیص باغ که بر اشجار بی چون و اثمار گوناگون محتوی بود .۱ ،و روضه مبارکه سیدین المذکورین را به حیله استقامت باغ مسمار ساخته ،و در آن شب روز سیاه ستاره دُمدار بر فلک کجرفتار نمودار گشت ،و موشان و ملخ به فرمان آتاکم عذاب الله بَغتةً[۲] -و- فارسلنا علیهم الطوفان والجَراد و القمّل و الضفادع[۳] — الخ غلبه آوردند ،و مزارع و مراتع را تلف نمودند- بعد ورود جهانگیر شاه به توجه رئیس الملک حیدر مَلک[و به] عنایات ملکه نور جهان روضه مذکوره را دوباره مرمت شد، و چون ظفر احسن نرد عداوت باخته و با مخالفان مرافقت ساخته، روضه عالیه کَرةً ثانیةً هدف آتش بغض و عناد گشت و ستونهای سنگینی او را به اِندَرکُوٹ بردند . و این واقعه مفجعه در فساد مأیه سُومه روی داد ۴ و مقام مذکور تا حال خراب و ویران



---

۱ . تاریخ حسن ج ۱ ص ۳۰۰ .
۲ ـ الانعام ۴۷۷
۳ ـ الاعراف: ۱۳۳
٤ . تاریخ حسن ج ۱ ، ص ٤۸۳ – ٤۸۷ ؛ واقعات کشمیر ص ۲۲٦

است . و لکن لوح تربت و سنگ مزار الآن ایمان افروز مومنان است و المکتوب علی لوح قبر:

«هو الغفور الرحیم اللهم صل علی محمدٍ المصطفی و علی علیٍ المرتضی و فاطمة الزهراء و الحسن المجتبی و الحسین الشهید بکربلا و علی بن الحسین و محمد بن علی و جعفر بن محمد و موسی بن جعفر و علی بن موسی و محمد بن علی و علی بن محمد و الحسن بن علی و الحجة بن الحسن صاحب الزمان صلوات الله علیهم اجمعین» .

و بر سنگ مزار است :

هذا قبر الغریب الشهید حیدر الموسوی الاردبیلی غفر الله له ساکن بلدة کشمیر آن مهرومه سیادت .

و علی قبر الثانی :

« میر حسین الکبروی الشهید المظلوم بید اجلاف الحنفیة یوم الجمعة ۲۵ شهر رجب ۸۲۲ھ.

[۳-۴] [ سید باقر و سید محمد ]

در سنه ست و تسعین و سبع مائة [ ۷۹۶ھ ] همرکاب میر محمد همدانی و میر محمد مدنی جمعی از سادات ذوی الاحترام

رونق افزائی جنت کشمیر گردید .۱ از جمله ایشان سید باقر صاحب کتاب "نور" و برادر میر حیدر المذکور سید محمد الاردبیلی است . وهُما مِن اعاظم علمآء الامامیه. الاول مدفون فی مُوله شُوله مانچِه هامُون و الثانی فی هَبَک ٹینگو من قُری البانگل ولم یعقبا .

[۵][ میر سید حسین قمی ] [م۸۷۱ھ]

میر سید حسین الرضوی القمی در آخر عهد بهانبانی سکندر بُت شکن به قدوم میمنت لزوم ارض کشمیر را رونق بخشید . در سیده پُوره پَرگَنه پهاگ زَینَه گیر متمنی گشت . بڈ شاه را شرف تلمذی بخشید ۲،و در حقائق اسلام کتابی به نام " صراط " تصنیف نمود . علامه احمد او را به زبان متداوله اهالیان کشمیر ترجمه نمود .

[۶][ ملاعالم انصاری ]

عالمی جید ملا عالم انصاری یکی از رفقاء میر قمی است . به امر سلطان بڈ شاه که در عدل پروری و دادگستری مشهور بود :

---

۱ . تاریخ حسن ج ۳ ص ۲۳ ؛ واقعات کشمیر ص ۷۲ ؛ تاریخ سید علي ص ۲۰ - ۲۱

۲ . شباب کشمیر ص ۲۲۵ - ۲۲۷

او را در بَرات ناظم مدرسه عالیه اسلامیه متعین فرمود . می گویند آن موصوف هم رساله مشتمل بر عقاید ناجیه اثنا عشریه به امر مرشد بزرگوار میر حسین قمی جمع آورده ،و بر کتاب ملا محمد سعید همدانی که از نوادر روزگار و افاضل اقطار و رفقای میر همدانی تقوی شعار بود، شرحی به کمال ایضاح نوشته که چشم عالم مثل آن نه دیده؛ چنانچه از السنه بزرگان چُنین شنیده؛ مولانا محمد طاهر غنی شاعری بی مثال که از احفاد آن ذات والا صفات است [۱]، توضیح آن شرح فرموده که به نظر قاصر هم رسیده که در مسلک اثنا عشری کتابی است دل پذیر .

[۷ـ۸][ سید محمد جبل العاملی وسید فیروز دُر] [م۸۷۹ھ]

و بالجمله میر سید حیدر را دو فرزند سید محمد جبل العاملی و سید محمد صابر از بطن بی بی بارعه بودند؛و یک پسرسید فیروز دُر و بی بی فاطمه از بطن مریم بانو دختر میر مدنی [۲]؛ سید محمد جبل العاملی از سر گروه سلسله کبرویه بود که بعداً سلسله نوربخشیه مشهور شد ،لانها سلسلة الروحانیة الی سید محمد

۱ . مشجرات ملا خاندان
۲ . فصل الخطاب جزء۲ ص ۹ (بدون ذکراسم مادرشان )

نوربخش قطب الاقطاب ـعلیه التحیة و السّلام۔پس مشهورشد سید جبل العاملی به سید محمد نور بخش الثانی . آنحضرت در بلاد مختلفه همراه پدر سببی خود میر محمد همدانی سیر و سیاحت فرمود و ترویج اسلام نمود . در تَبتَین و کاشغرو شِگَر به نور اسلام قلوب الناس منور ساخته ،و مساجد و معابد و مکاتب بنا فرمود و راجگان آن اطراف به رشته اسلام در آمدند۔ سید محمد جبل العاملی به زیارت مشاهد مشرفه سعادت دارین یافت،و دوران این سفر به فقیه اعظم الاورع الاتقی علامه ابن فهد حلی۔طیب الله رمسه۔ شرف ملاقات حاصل فرموده ، علامه مذکور کتاب "عُدة الداعی" تحفه به اُو بخشید و اندرون بر سرورق اُو تحریر نمود :بعد از حمد و صلوة — السید السند و الحبر المعتمد،وحیدعصره و اوانه و فرید دهره و زمانه، مبلغ شریعة جده سید المرسلین و اهلبیته المعصومین صلوات الله علیهم اجمعین اعنی السید محمد جبل العاملی الکشمیری خلف العلامة الزاهد میر حیدر الموسوی الاردبیلی صاحب هدایت المسترشدین حفید مخدوم اهل الایمان و الیقین سلطان النسکآء العارفین و رئیس

العباد المتورعین السید سلطان صفی الدین الاردبیلی۔ رحمة الله و رضوانه علیه و آبائه الطاهرین۔ و وجدته اهلاً له.

بعد مراجعت این سفر مبرور سید مسطور در ماَلمُوه تأنترَی پُور مدتی گذرانید . سلطان بُڈ شاه او و برادرانش را در اطراف کشمیر مناصب و اقطاع بخشید ،و لکن مع الاسف در عهد حاجی خان سیدان پاکشان سید محمد جبل العاملی و سید فیروز دُر به امر لُؤلِی حجام بدفرجام به دست جُمَه گلوَان به قتل رسیدند . الاول فی بِیوَه وَچِل پُورَه و الثانی در دُربَل . فرزندش سید جعفر مخفی گشت و آخر الامر در سنه اثنتا و ثلثین و تسع مائة [۹۳۲ھ] همراه عموی زاده سید عبد النبی به حضرت قطبّ زمانه و مرد یگانه شمس الاقطار و قمر الاعصار شیخ المشائخ سراج الطرائق خلاصه متعبدین سُلاله متشرعین، سید الاولیای الکاملین میر شمس الدین العراقی۔ رحمة الله و برکاته۔ علیه به درجه رفیعه شهادت فائز گردید . ارادت داران سید موصوف را از وَچِل پُورَه به ماَلمُوه آوردند و بر قبر منورش روضه و قبه بنا نمودند . شبی سید مذکور مجاور روضه را در خواب امر انتقال جسدش به نمچه بل فرمود . مجاور امتثال امر سید نمود .

## [۹] [ سید عبد النبی] [م ۹۳۲ھ]

و او را یک فرزند سید عبد النبی بوده [1]که قدوة الواصلین سراج الملة و الحق و الدین و، به درجه اجتهاد فائز، و در علم و ریاضت و زهد و ورع لاثانی بود ؛و در تعمیر و ترصیص و تأسیس امام باره [ حسینیه ] زڈی بَل مع دو فرزندانش حسن و حسین و مردی جید میر یعقوب اصفهانی حقی ادا فرمود، و ذرعَ اسمعیل و نسل ابراهیم رَبَناَ تَقبَّل مناَ اخوانان پیشه آبائی را معانقه نمودند . در این اوان دعوی داران تخت و تاج محمد شاه و فتح شاه وادی امن و سلامتی را معرکه فتنه و فساد و جنگ و عناد ساخته ، مردمان بعضی طرفداران محمد شاه و بعضی هواداران فتح شاه گردیدند [2]. کاَجی چَک وزیر اعظم که از ارادت مندان قطب عالم میر شمس الدین -قدس سره- بود و جهانگیر پَڈرو ، شَنگورَنا از هوا خواهان فتح شاه بودند . امراء عصر و کبراء دهر در حق وزیر کاَجِی سعایت نمودند، از مساعدت و انحراف و از

---

۱ . فصل الخطاب ص ۹

۲ . تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۱۲ - ۲۱۳ ؛ واقعات کشمیر ص ۱۲۱

طریق ائتلاف اختلاف ورزید . کاَجی وزیر خود را از فتنه و آشوب باز داشته ؛از ارض کشمیر۔ صینت عن التزویر۔ رخت سفر بسته ،به طرف دیگر هجرت نمود .[1] محمد شاه از اعیان شهر استصواب نمود ،چون اغلب مردمان با حضرت عرش پیما و متعیینش شرارت مذهبی داشتند ،همگی اشارت قتل ایشان دادند . گروهی از ماگرِیان را به سر کردگی علی رَینَه به شبخونی خانقاه آنحضرت دلیر و مستعد نمودند . آنحضرت با متبعین خود مشغول تهجد بودند . آه از ظلم نواصب و مروانیان که آن اهل کین بر سید صالحین و دیگر سادات و مؤمنین در سحر جمعۀ المبارکه تاخته، قریب به سی نفر را به جنت ۔عَرضُها السّموات و الارض۔ فرستادند. و کان ذلك فی اول ربیع المولود اثنتا و ثلثین و تسع مائة[۹۳۲ھ] از جمله ایشان که [با] آنحضرت شربت شهادت چشیدند سید عبد النبی المذکور بود . "بخلد برین دویدی" سال تاریخ است . علی الصباح معتقدان اهل دین و صلاح برین واقعه مفجعه اطلاع

---

۱ . تاریخ حیدر ملک ص ۵۲ ؛ تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۳۳ ؛ بهارستان شاهی ص ۳۳۱

یافتند. گریه کنان و نوحه خوانان بعضی سینه خراشیده و کسی روی تراشیده به خانقاه آنحضرت آمده جمله

شهدای دین را محول به زمین در خانقاه میر شمس الدین نمودند.

[۱۰][سید جعفر][م۹۳۲ھ]

دشمنان اهل ایمان و وارثان آل ابی سفیان ـعلیهم اللعنة و الخذلان و اکبّهم فی النیّران ـدر آن روز جگر سوز متبعین آنحضرت را یک یک گرفته،به مالک حقیقی سپردند و منهُم سید جعفر بن سید فیروز در دُنْدُوس بَمِنَه به سه ضربت خنجر فدای دین انور و شرع اطهر گشت.

[۱۱ـ۱۲][میر سید حسن و میر سید حسین][۹۵۷ھ]

بعد از وقوع این ظلم بی پایان ،فرزند برومند حضرت میر قطب دوران میر دانیال به خوف جان تبت خورد و کلان گریزان گشت [۱] و میر حسن و میر حسین فرزندان سید عبد النبی الشهید المذکور را به ذیل عطوفت خود برد تا اینکه به زجر و قهر میرزا حیدر دوغلتی

۱ . واقعات کشمیر ص ۱۳۰

[ دُوغلات ] به تمام اهل اخلاص اسیر ستم گردید .[1] ،و دو یا سه سال محبوس بود . می گویند که چون میرزا حیدر دُوغلَت و به قول صاحب " مقامات " کاشغری ابواب مظالم بر شافعیان و شیعیان مفتوح داشت، و میر دانیال فرزند میر شمس الدین محمد العراقی به کمال بی حرمتی از تَبت خورد که در آنجا ترویج مذهب اثنا عشری و اشاعت آن می نمود، پابند سلاسل با جمله متبعین و افاضل به کشمیر نمود ،و مقام ماَه پَدَم عَشَم با جمعی از سادات ذوی الاحترام را شهید کنانید .[2] خانه ملا حاجی خطیب را که پدر نسبتی میر حسن المذکور بود غارت کرده ،او را ته تیغ جفا کشتند [3] ،و در این گیرودار میر حسن الموسوی الکبروی که از قرابت آنحضرت است ، و در آن اوان در اندر کوٹ اقامت داشت به دست جلادان اسیر شده ، میرزا حیدر او [را ] به کمال زجر و توبیخ به حضور خود طلبیده ، گفت که این رافضی ترویج مذهب می نماید بدین جرم او را معذّب سازم . پس از کتاب میر احوط نامی و

---

۱ . تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۵۵ ؛ بهارستان شاهی ص ۳٤۸

۲ . بیاض حسن ص ۳۰ ؛ واقعات کشمیر ص ۱۳۰ ؛ تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۵۵

۳ . تاریخ حیدر ملک ص ۷۲ ؛ تاریخ حسن ج ۲ ص ۲٥٤

کتاب میر حیدر هدایت نامی استفسارش نمود . آخر الامر تفتیش خانه اش کنانیده ، کتاب احوط و هدایت و دیگر کتب امامیه را سر راه سوزانید؛ و بر سید مذکور مغاضب علیه به دره آهنی خاردار زد که یک چشمش بی کار شد . از قراطیس سید مذکور مکتوبی ملفوف و نجات نامه[ای] محفوف ظاهر شد که به اعتقاد عوام سید انام ـعلیه و آله الصلوة و السلام ـ به خاقان چین در عهد رسالت به خاتم مبارک خود نوشته بود، للدعوة الی الاسلام. میرزا حیدر بد گوهر به وجه نجات نامه مذکور از قتل او درگذشت؛ و لکن چند اهل شر او را بر قتلش انگیختند که این سید رافضی و بدعتی است و قابل شفاعت نیست . اگر در این ساعت رها شود موجب فتنه عظیم باشد یا برابر ترویج مذهب شیعه به نماید . چنانچه جلادان او و برادرش میر سید حسین را به مقام ماه پَدَم مذکور برده به جنت الماوی فرستادند . صاحب مقامات می نویسد که سید سلطان حیدر الموسوی الاردبیلی الکبروی به امر خالوی نامدار خود حضرت قطب ربانی ،غوث صمدانی میر سید علی الهمدانی ـ رحمة الله و برکاته علیه ـ به سلسله تبلیغ به شهر روم و ماورآء النهر رفت و به شهر کاشغر رسید ، فرزند امیری از امرای چین که از تعلق داران

خاقان بود، به مرض خُناق مبتلا شد، و به دوای افاقه اش نه شد. آخر به سید حیدر المزبور رجوع نمودند. شافی بر حق و حکیم مطلقش شفا بخشید پس امیر مذکور به سید مسطور بعضی از نوادرات چین مکتوب مبارک مختوم به خاتم نبوت که حضرت سید عرب و عجم به خاقان نوشته، ارسال فرموده بود، عرضه داشت۔ بعد شهادت سید حیدر المذکور این نجات نامه هدایت شمامه نزد فرزندش سید محمد جبل العاملی الشهید بود ثم عند ابنه السید عبد الغنی الشهید ثم عند ابنه السید حسن الشهید المذکور آنفاً انتهی ما ذکره صاحب "المقامات" شیخ حسن رهنما زَڈی بَلِی.

بعد وقوع شهادت شهدای دین جمعی از مؤمنین در ظلمت شب آمده ،اکثران را در آنجا به زمین سپردند و برگزیده شهداء صاحب الفضل و الکمال میر دانیال را مع سید حسن المذکور از قتل گاه برداشته ،در ڈب برکَرِیؤه مدفون ساخته و زمین را هموار کرده در آن دانه جو کشتند [ کاشتند ] به مشیت مطلق در همان شب دانه جو روئیده و سرسبز و شاداب شد[1] ۔ جماعتی نعشهای پاره پاره میر حسین و ملا رضی الدین المدرس حفید ملا تاج الدین به سَرای

---

۱ . بیاض حسن ص ۳۳ .

ڈانگَر پُورَہ پَرگنه سائر المواضع پائین برده، مدفون ساختند . می گویند که در کَزهاَمه انگشت مبارک حضرت میر دانیال افتاد . صاحب دلی در واقع مطّلع برین حال شد و بامداد، عضو مبارک را در آن مقام دفن نمود۔ بعد از اخماد نائره عناد نعش میر دانیال به خانقاه پدری عالی مقدار منتقل نمودند [۱] و میر حسن را در بُلبُل لَنکَر و تُزار قبوُرهم جمیعاً فی کل موضع یتعلق بهم .

[۱۳] [ سید عبد اللہ ]

برادر اکبر میر سید حسن سیادت پناه ،نجابت دستگاه ،صاحب عزّ و جاه مسّمی به سید عبد الله صاحب کتاب " انوارالهدیٰ" است . همه برادران سر حلقه سلسله کبرویان اعنی نور بخشیان و در مدارج ریاضت کامل و و نبائر او از اکابر سادات و افاضل ایمان اوقات بودند - و منهم السید میرزا و السید مراد وابنه السید علی که صاحبان ورع و صلاح بوده اند و کُلهم ذوالتصانیف الفائقة والمؤلَفات اللائقة.

[۱۴-۱۵-۱۶] [سید نوروز و سید باقر و سید محمد علی] [م ۹۹۴ھ]

میر حسین الشهید المدفون به سَرایَ ڈانگَر پُورَہ عقبی نه داشت - "انوار البهیة" در شرح اوراد فتحیۀ نوشته که در عقاید امامیه

---

۱ . بهارستان شاهي ص ۳٤٦ ؛ بیاض حسن ص ۳۳ .

کتاب لاجواب است. و اما میر سید حسن الشهید المذکور مِن قبل را دو فرزند بودند. سید نوروز در مُچِهه بَوَن به دست دشمن نبی و آل علی محبتْ علی نامی مقتول گشت و سید باقر همراه میر شهید دلبند میر دانیال به درجه شهادت عُظمی فائز المرام گشت . همان ساعت باد و رعد و برق ورزید و فصلات و اشجار و اعلاف همکنار اتلاف گردید،تا سه روز باران غضب بارید و همه قاتلان و ظالمان در همان روز طعمه فأخذتهم الصّاعقَة[1] گردیدند و ژاله و برف قریب به یک زرع به زمین جمع شد . صاحب مقامات می فرماید که میر شهید سعید را به ضرب شمشیر و سید باقر را به تبر کلان که " مکچ "[2] می گویند شهید نمودند، و این میر شهید ملقب است به میر شمس الدین ثانی که در علوم و معارف بی همتا بود .[3] کتاب جد بزرگوار " احوط " را شرح وایضاح به کمال تصریح و انشراح فرموده . عقیدت مندان با اخلاص بر واقعه شهادت سیدین السندین آگه شده از مقتل برداشته، میر

---

۱ . اشاره به سوره نساء آیه ۱۵۳

۲ . درزبان کشمیری

۳ . اعیان الشیعه ، ج ٦ ، ص۲۳

شهید را در نیستانی سپرد ارض نمودند.[1] چون مخالفان سراغ مدفنش یافته نبش قبر آغاز نمودند. رب الکعبۀ مثل طیر ابابیل بر اصحاب فیل مسلّط فرموده، زنبوران سُرخ از نیزار بیرون آمده، آنها مُشتّت نموده. بدین وجه مقام مذکور به " تُلَرژو " یعنی جزیره زنبوران مشهور شد. اما سید باقر را به آن مقام نتوان رسانید و در وَه پُورَه پَرگنه ماَنچهه هاَمُون مدفونش ساختند.

## [۱۷][ سید عبدالهادی ]

او را خلفی نه بود. برادر زاده اش سید عبد الهادی بن سید نوروز صاحب کشف و کرامات و اهل مجد و کمالات به خوبی و صلاح آراسته به زهد و تقوی پیراسته، در زمان میمنت اقتران نواب محمد ابراهیم خان حاکم کشمیر مشارٌ الیه و به نعمات فراوان شادان و فرحان، و گاهیکه نواب خلد مکان شجره انساب[2] او و مصحف مبارک به قلم هدایت رقم حضرت باب الحوائج امام هفتم [علیه السّلام] که به میر خیدر هبوهً رسیده بود ملاحظه فرمود. بالرأس و العین تکریم و تعظیمش نمود و او را برای

---

۱. بیاض حسن، ص ۳۴.

۲. فصل الخطاب، جزء ۲ ص ۹.

تدوین و ترتیب کتابی مشتمل بر اعتقادات امامیه که بر چند مجلدات است با جمعی مقرر فرمود که سید علی چَهچَه بَل یکی از ایشان است .

[۱۸][سید آقا حسین] [م۱۱۷۱ھ]

و از احفاد وی سید حسین المعروف به آقا حسین از اعاظم علماء امامیه بود . هفت سال در اصفهان و بلدهٔ معصومه قم [علیها السّلام] و عتبات عالیه برای تحصیل گذرانید . علامه اجل و فاضل اکمل منار الهدی ملا اسماعیل المازندرانی و والد بزرگوار سرکار شریعت مدار آیة الله محقق بهبهانی و صاحب الحدائق مرجع الفقهاء الاعلام شیخ اجل او را شرف تلمذی بخشید . فقیه اهل بیت شیخ یوسف البحرانی در اجازه خود به او نوشته:

بسم الله الرحمن الرحیم ـ الحمد لله العلی العظیم والصّلوٰة علی من اُرسل بالآیات و الذکر الحکیم محمد و آله الهداة الی صراط مستقیم الدّعاة الی الدین القویم و بعد فان من مواجب الله سبحانه علی الانام فی زمن غیبة الامام علیه السلام وجود العلمآء الأعلام الذین بوجودهم توضح الاحکام و تجلّی مدلهمّات الابهام و یعرف الحلال من الحرام و انّ الاماکن الشاسعة النائة التی هی

عنهم خالية لمفتقرة الى من ينوب عنهم لتبليغ الاحكام و لولا هم لاختلّ النظام و اختلط الحلال بالحرام و لمّا كان العالم العامل و المهذب الفاضل الكامل الجامع لافراد الفضائل و البارع فى احراز الفواضل السيد السند الاوحد المسدّد و العلم المفرد مُبلّغ الدين و مُروّج شريعۃ جده سيد المرسلين و آله المعصومين السيد آقا حسين الموسوى الكشميرى اهلاًبكمال الاهليۃ و تمام القابليۃ لهذا المقام۔۔۔ الى الآخر . تحرير شوال ۱۱۵۸ھ

و مرجع الفقهاء ملا اسمعيل بن محمد حسين المازندرانى الخوا جويى طاب ثراه در۱۱۵۷ھ بعد از حمد و صلوۃ برایش نوشته:

خلاصة الامنآء و المرشدين منبع الفروع و الاصول مروّج دين الرسول مجمع المعقول و المنقول ذو الذهن النقاد و الفكر الوقاد الذى لم ير مثله عين الزمان يكل عن بيان اوصافه اللّسان حاج الحرمين الشريفين زائر قبور السبطين السيد آقا حسين الموسوى الكشميرى لازال فى درع الامان من مكاره الزمان تا آخر اجازت . و والد ماجد سرکار بهبهانى اعنى حجة الاسلام علامه محمد اكمل طاب ثراه براى او نوشته: بعد حمد و صلوت سلالة السادات العظام و افتخار العلماء الاعلام السيد الهاشمى الموسوى الصفوى اعنى آقا حسين الكشميرى دام ظله العالى ..... الخ .

و چون سید عالیمقدار به کشمیر تشریف ارزانی داشت و در تبلیغ و ابلاغ مساعی جمیله فرمود و جمعه و جماعت را قائم کرده ، مدارس دینیه و مکاتب شرعیه در هر مقام بنا فرمود . کتاب " جواهر البیان "و شرح مودة القربی" تالیف نمود . در این عهد مسعود سُک جَوان [ سُکهه جِیوَن ] نامحمود پَنڈت مَهَانَند مردود را مدار المهام خود ساخته . او در صدد آزار مسلمین شده گاؤ کشی و اذان را ممنوع ساخت و مسجد شاهی که نور جهان بیگم برای اثنا عشریان تعمیر و تأسیس کرده ؛ گودام شالی[1] با استصواب اهل خلاف نمود . آقا حسین و شهزاده بلخی به مدافعه او تحریک اهل اسلام ایستادند و لکن اعیان حکومت و خدمیان آن که به سِنگهَاَن مشهور اند غلبه شدید آوردند با تیغ و تفنگ حمله کردند. اهل اسلام مغلوب و اهل کفر غالب آمدند . سید آقا حسین ، شهزاده بلخی و میر ابو نجف زڈی بَلی و محمد حسین سبزواری به دست سِنگهَاَن مقتول گشتند[2] سال شهادت است " از سریأین گذشت

---

۱ ـ انبار آذوقه

۲ . تاریخ حسن ج ۲ ص ٦٥٩ ؛ تاریخ کشمیر فوق ص ۵۸۸ - ۵۸۹

سید المظلومین " آقا حسین علاوه از کتب مذکور تصانیف فائقه دارد . مثل شرح قانون شیخ ، ترجمه مفتاح الفلاح و ریاض الامامت.

[۱۹][ سید ہادی ] [م۱۲۲۵ھ]

از اولاد وی سید هادی حکیم حاذق و طبیب فائق و در ورع و صلاح مشهور است ؛به زبان فارسی کلام الله المجید را ترجمه نموده است ، و قصه او با حمامی زبان زد عوام این دیار است . در دِیوسَر مدفون شد . قبره یُزار و یتبرك . نائب صُوبه دار از جانب جُمعه خان الکُوزی در عهد حکمرانی خود سید هادی المذکور و مفتی سُنیان ملا قوام را نشانه ظلم نموده . ملا قوام را از فتوی سازی معزول ساخت . مؤمنان حسن آباد به صوابدید سید موصوف امام باره [ حسینیه ] در محله خود تأسیس نموده ماتم داری را رواج دادند . این امر بر ظالمان دشوار آمد ؛ سید را به طرف دیوسر [ شهر ] بدر کنانیده ، ماتم سرا [ حسنینیه ] را از پاء در انداختند .[۱]

---

۱ . تاریخ حسن ج ۲ ص ۶۹۸

## [۲۰][ سید امیرالدین ] [م۱۱۹۶ھ]

سید امیر الدین بن آقا حسین علوم عقلیه و نقلیه را دارا بود و در علم حکمت و ریاضت مهارت تامه داشت . رساله های در علم طب و عقاید اثنا عشری به انداز خوبی نوشته ،و در زبان کشمیری مراثی ابی عبد الله الحسین و شهدای کربلا علیهم السّلام به نهایت سوز و گداز نوشته . در عهد وی فساد عظیم میان شیعیان و مخالفان واقع شد . خشک سالی بود . اغلب اهل تسنن برای استسقاء در عید گاه آمده ؛ بعد از مراجعت اوباش و اجلاف سخنهای خلاف میان مردم شایع نمودند . اهل فتنه و فساد آتش بغض و عناد افروخته ،زڈی بَل را هدف مظالم و استبداد ساخته . خواجه حبیب الله نوشَهری در این حیص بیّص موضوع سخن بود . افواه کرده بودند که اهل تشیع در حق خواجه حبیب بی ادبی کرده اند . حبیب نوشهری از اعیان شهر و شعرای دهر بود . در سنه سبع و ثلثین بعد الالف [ ۱۰۳۷ھ ] انتقال وی وقوع پذیرفت . مرد و زن بلا تفحص و تبین به طیش آمده بر این خبر ...[۱] بی اثر زڈی بَل را آتش زده و اهل تشیع را غارت نمودند . بلاَخر [

---

۱ ـ در نسخه چاپی ناخوانا است

بالاخر] به افهام و تفهیم بعضی از اعیان و سید امیر مذکور رفع تنازعه شد . و اختلاف مبدل به ائتلاف گشت . و لکن حاکم وقت بلند خان بامزئی جانبداری نموده ، اهل تشیع را به جای انصاف محبوس کنانید وقَطَعَ أنفُ بعضهم وأُذن البعض؛[1] در این جور و جفا برادر سید امیر در ظلم بی پایا[ن] حاجی کریم خان حکمران دوران ، وقتی که انور ملک را بلا ثبوت قصور به دار السرور رسانیده، از دست اخلاف حزب احناف به دار النعیم پیوست ؛ ووقع ذلك فی ست و تسعین و مائة بعد الالف [۱۱۹۶ﻫ] من الهجرة النبوية علی صاحبها الف التحية .[2]

### [۲۱] [ سید صفدر ]

فرزندش سید صفدر در تاراج شیعه که در روز عاشورا درباره تقسیم کاه پچی[3] واقع شده؛ و ارادت داران آل ابی سفیان و عقیدت مندان آل زیاد و مروان آتش کینه و نائره بغض و عناد افروخته ؛ جانها و اموال مؤمنین را به باد داده ،[4] در عالم پیری و

---

۱ . تاریخ حسن ج ۱ ص ۴۹۰ ؛ ج ۲ ص ۶۶۳ ؛ مختصر تاریخ کشمیر ص ۱۷۹

۲ . تاریخ حسن ج ۲ ص ۶۸۶

۳ . کاه پچی در زبان کشمیری به حصیر می گویند

٤ . تاریخ حسن ج ۱ ص ۴۹۱ – ۴۹۲

نقاهت همراه دو فرزندانش سید بزرگ و سید عبد الله به اشرف البلاد بلده لَکهنؤ مسافرت نمود.[1] سید صفدر در کَلکَته فوت گردید؛ و سید بزرگ و سید عبد الله در لکهنُؤ اقامت نمودند. سید عبد الله عالم و فاضل در حضور نواب اَوَده دستسرس حاصل کرد و اتالیق نواب زاده واجد علی گردید. یک فرزندش سید باقر همدرس نواب زاده مذکور است و دو فرزندان سید مصطفی و سید قاسم ـ سلمهما الله ـ در آن نواحی، سید بزرگ را چند پسر سید احمد و سید عبد الحکیم و سید قاسم و سید شاهنواز و غیره فرزند کوچک ترین سید صفدر، سید جواد المعروف به حکیم شاه است که در این ایام حکیم شاهی و معالج ذاتی کَرنَیل مِیاَن است؛ و در قضای حوائج مومنین اعتنائی دارد؛ و دو فرزندان دیگر از سید هادی، سید میر رضا و سید عسکر است، که در علم و دانش مقامی رفیع داشتند.



۱. فصل الخطاب جزء۲ ص ۹

## [۲۲][سید میر رضا] [م۱۲۴۶ھ]

سید میر رضا والد این سراپا خطا است.چهارده سال در اصفهان و مشاهد مشرفه -علی صاحبها الوف من التحیة- گذرانید ؛ و با علماء و فضلاء آن دیار صحبتی و در مجالس ایشان منزلتی و به آقای شهشهانی و شیخ مرتضی انصاری -ادام الله بقائهما- الفت تام داشت . شیخ اجل مرتضی انصاری به او نوشته: جناب مستطاب شامخ الالقاب قدوسی انتساب جامع الاخلاق الفاضلة و الصفات الکاملة زین الاتقیاء السید رضا...الخ. والد بزرگوار به حاج باقر خان ایرانی مخالطت کلی داشت تا آنکه دختر نیک اختر به نکاحش داد ؛ و به خواستگاری او نور چشم سید احمد بن سید بزرگ المسطور انفاً در نواحی قم به خانه دامادی دادند، که در همان ایام از بلده لَکھنُؤ همراه پدر عالی تبار به کشمیر آمده بود ؛ و قریب از سه سال در آن نواحی سکونت پذیر است . سید میر رضا که در امام باره [ حسینیه ] وعظ می خواند . اهل عناد بی خوف از یوم التّناد و شرمی از خدا و رسول نداشته؛ در کینه و غرور مخمور شده؛ درهای امام باره [ حسینیه ] را بستند و آتش زدند . اغلب عزاداران و ماتم کنان فدای شهدای کربلا گشتند . سید میر رضا را به صد

هزار مشکل با بدن مجروح و ذلت مقطوع بیرون کشیده؛ در اثنای راه به دار الجنت الباقیه شتافت .

## [۲۳][ سید احمد ]

و اما سادات میر بَحری و باَغباَنپورَه جد امجدشان سید احمد بن سید یحیی بن سید عبد الهادی المذکور؛ صاحب علم و فضل ورع و مجد بود . در عهد فاضل خان رئیس السادات، و در باغبانپور به طرف کوه ماَراَن او را اقطاع و بقاع بود؛ که به سید یحیی حاکم وقت مرحمت کرده بود .

## [۲۴][ سید حسین ]

از احفاد وی سید حسین بن جعفر مردی با اثر و صاحب جاگیر در میربحری بود؛ که امیر جوان شیر حاکم کشمیر به سفارش وی دختری ماه پیکر در نُندَه پُورَه در رشته ازدواج خود آورده بود . در صله آن سُونَه لاَنک و باغ امیر آباد ترصیص فرمود و سید مذکور را به نعمات فراوان منعم ساخت .[1]

---

۱ . تاریخ حسن ج ۲ ص ۶۷۳ - ۶۷۴

## [ تصدیقات و توثیقات علماء ]

و این است تذکره اجمالی این خانواده جلیل القدر عظیم الحظر؛ حالا درج نمایم تصدیق عدلین بر سیادت این بیت جلیل، علاوه از آن که در آخر " عبد صالح " ذکر کرده ایم .

### تصدیق و توثیق حضرت شریف العلماء المازندرانی الحایری۔ اعلی اللہ مقامہ و غیرہ۔

بسم الله الرحمن الرحیم

هو العلیم الخبیر ثبت عندی سیادة سادات الموسویة الاردبیلیة فی الکشمیر بدلایل الشرعیة و براهین القطعیة من قبیل الشهرة الدائمة و الاستفاضة الیقینیة و بتوثیقات العلماء و المومنین علی شجرتهم و من افاضلهم فی هذا العصر السید الشریف الناصر لدین الحنیف السید علی بن رضا بن الهادی خلف العالم الشهیر و الفاضل النحریر السید آقا حسین الموسوی الکشمیری و علی المومنین ان یکرموهم و ینصروهم نصرهم الله بنصره .

الاحقر محمد شریف المازندرانی الحائری

۷ شوال ۱۲۳۸ھ (محل مهر شریف)

### [ تصدیق مولی آغا بن عابد الدربندی (م ۱۲۸۵ھ) ]

الامر کما وثقه استاذنا العلام و شیخنا الفهام کاشف الظلام مبین الحلال و الحرام ناصر المسلمین و الاسلام شریف العلماء العظام رفع له المقام فی دار السلام . و انا من الشاهدین

ابن عابد الدربندی

۱۲۴۳ھ (محل مهر شریف)

## [اجازات مؤلف]

صورت اجازت جدید از علمای عظام و فقهای کرام مضافاً ما ذکرناها فی کتابنا "عبد صالح"

اجازت حضرت سرکار عرش وقار شریعت افتخار حجۃ الاسلام والمسلمین افقہ الفقہاء الراشدین سید العلماء العاملین سید محمد باقر الموسوی الشفتی الاصفہانی ۔ادام اللہ ظلالہ وزاد اجلالہ ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رافع القدر العلمآء مُفَضِّل مدادھم علی دماء الشھداء و الصلوۃ علی مُحمّد سید الانبیاء امام الاذکیآء و آلہ مصابیح الدّجیٰ بدوام الارض و السّماء و بعد جناب مستطاب عمدۃ الانجابت سُلالۃ السّادات العظام عزّالمسلمین و الاسلام العالم الجلیل و الفاضل الکامل النّبیل مصباح التقی آقا السید علی بن رضا الموسوی الکشمیری ادام اللہ ظلال وجودہ الشریف از این جانب مجاز و مأذونند در تصرف در عامہ امور حسبیہ از قبیل اخذ مظالم و زکوٰت و صرف آنہا بر مستحقین و حفظ اموال یتامی و مجهول المالک و امثال ذلک از اموری کہ صحتہ کمالاً منوط است باذن حاکم شرع مجتہد جامع الشرایط و ھکذا از سھم امام علیہ السلام وعجل اللہ فرجہ مأذونند کہ فی کل عام تا مقدار چھل تومان برای خود تصرف نمایند کما ھو مسطور فی السابق و

علی المومنین ان یغتنمو واجوده الشریف ادام الله بقائه و السلام علی اخواننا الذین نصروا الاسلام و المسلمین و اعانوا العلماء و المجتهدین.

۱۱ج۲-۱۲۴۵ هجری

الاحقر محمد باقر الموسوی الشفتی الاصفهانی

(محل مهر شریف)

**صورت اجازت سرکار شیخ الاسلام و رئیس الفقہاء العظام سید المجتہدین الاعلام خلاصۃ السادات جامع الکمالات آقا السید محمد الرضوی۔ دام ظلہ العالی۔**

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی أنشأ الوجود من العدم و خلق الموت و القلم علّم الانسان ما لم یعلم و الصلوة علی سید العرب و العجم و آله مصابیح الظُّلم .و بعد فلا یخفی علی المومنین المتدینین المتشرعین من اهل الکشمیر و ما و الیها اصلحهم الله ان السید السند الاوحد و العالم الاورع الازهد و المولی المجد سید الاتقیا السید علی الموسوی الصفوی الکشمیری الشهیر بابن رضا صرف بُرهة من عمره الشریف فی حضرت العلماء و حضر مجلسی ایضاً حتی صار بحمد الله من العلماء الربانین کثر الله امثالهم و مدّ ظلالهم فهو مأذون منی لأخذ الوجوه التی هی من مناصب الحکام الشرع الاطهر لا زالو بالخیر و الظفر من قبیل الکفالة و حفاظة القاصرین و حفظ اموالهم و اخذ الزکوٰت و الصّدقات و صرفها فی موارد الشرعیة و هکذا مأذون فی أخذ سهم الامام علیه و آبائه

الطاهرين افضل السّلام و صرف الثلث منه لنفسه و ارسال الباقى الينا و له ان يروى كلما صحت رواية عندى من الكتب الاربعة التى عليها مدار مذهبنا و اوصيه و نفسى بتقوى الله عصمنا الله و اياه من الزلل و الخطاء و السلام على من اتبع الهدى و خالف الهوىٰ و حفظ نفسه عن الهلكة و الردى فان الجنة هى المأوىٰ و لا حول و لا قوة الا بالله العلى العظيم.

الاحقر العاصى محمد بن معصوم الرضوى المدعو بابن قصير

۱۴ رجب المرجب ۱۲۴۳ هجرى

(محل مهر شريف)

# صورة شجرة المبارکة

ابی ابراهیم موسی بن جعفر- علیهما و آبائهما السلام- ابنه حمزة ابنه ' قاسم ابنه محمد ابنه احمد ابنه محمد ابنه اسماعیل ابنه محمد ابنه جعفر ابنه مجد الدین ابراهیم ابنه محمد ابنه تاج الدین حسن ابنه شرف شاه ابنه فیروز شاه زرین کلاه ابنه عوض الخواص ابنه محمد ابنه صلاح الدین الرشید ابنه قطب الدین ابنه محمد صالح ابنه امین الدین جبرئیل- رحمة الله علیهم-
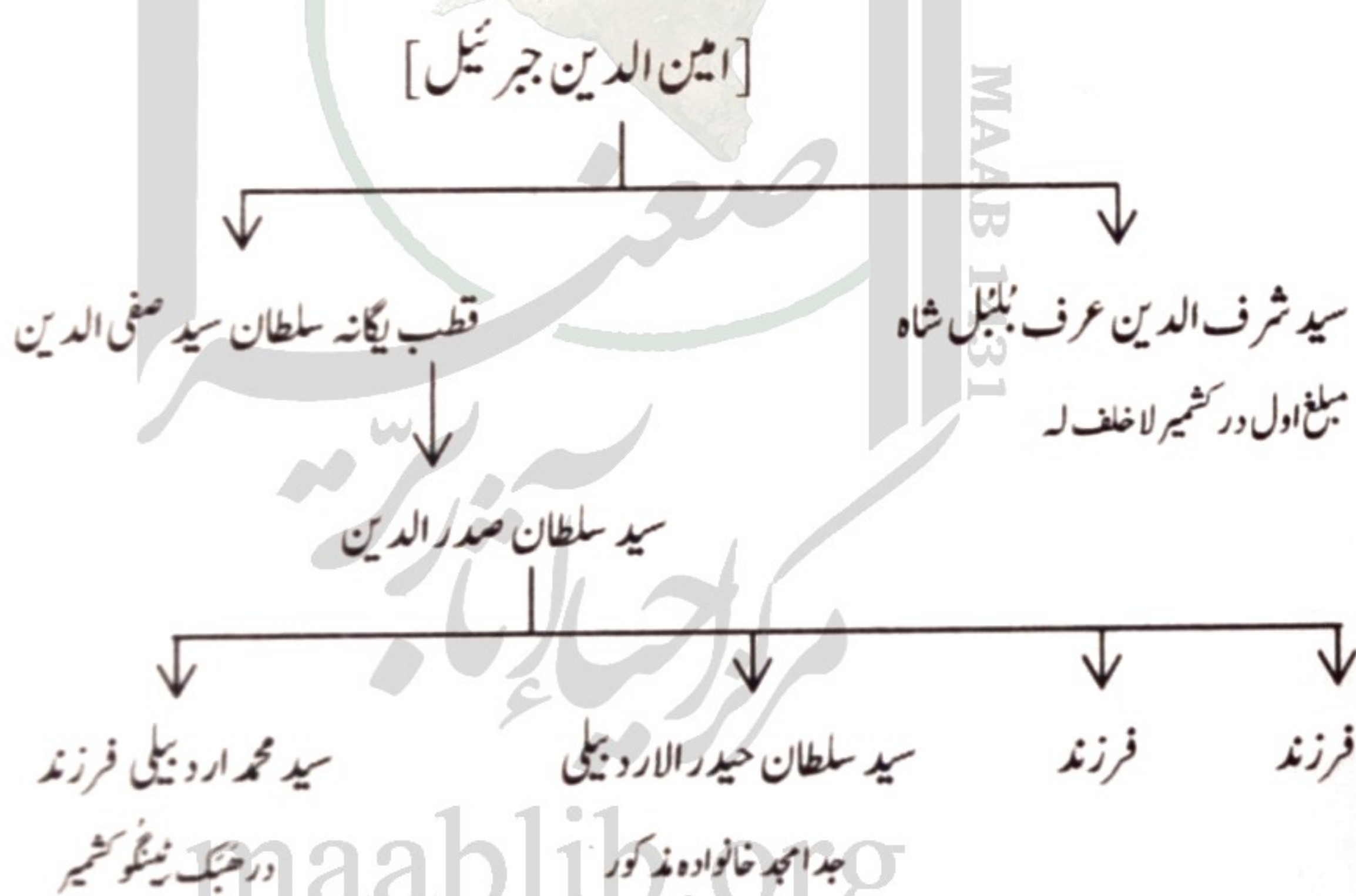
---

۱ . لفظ سید اختصارا حذف کردم [مؤلف]

**هذا ما کتبه ولدی المعنوی الفاضل اللوذعی ملا محمد صادق علی حفظه الله بلطفه الخفی و الجلی**

بسمه الله هو الغنی لاریب ان السادات الموسویة الصّفویة الاردبیلّیة فی الکشمیرهم من اعاظم السّادات و افاخم الاشراف و هم مشهورون بالسیادة و التّشیعُ من اوّل ورودهم الی بلد الکشمیرالی زماننا هذا و منهم استاذی المعظم و مُؤ رّبی المفخم ذو الورع و التُّقی صاحب الفضل و النُّهی آقا السید علی بن رضا منّ الله علینا ببقآء وجوده بلطفه و جوده.

الاحقر محمد صادق الانصاری عُفی عنه

وقع الفراغ من تسّوید هذه الاوراق لخامس عشر [۱۵] من جمادی الاخری ۱۲۶۴ ھ لاربع و ستین و مأتی بعد الالف من الهجرة النبویة.

# ترجمہ کحل الجواہر

سید محسن حسینی کشمیری

# [ مقدمہ مؤلف ]

الحمد للہ الذی وعد فوفا و اوعد فعفا و الصلوۃ علی محمد نور الارض و السماء و علی دُر المصطفی و آلھما السناء و الصفاء

و بعد ! پس کہتا ہے بندہ بے بضاعت متمسک بہ دامن عصمت و طہارت اقل الوراء " علی بن رضا "۔ صانہ اللہ عن اللزلل و الخطا و من علیہ بالجود و العطا و حشرہ مع من ارتضی۔ ارباب بصیرت و دوستوں پر واضح ہو کہ خدا کے احسان و کرم سے جب ہم " عبد صالح " اور شرح نفحۃ العرفان جیسی تالیفات سے فارغ ہوئے تو تمام برادران و احباب خصوصاً میرے فرزند معنوی ملا صادق علی انصاری (۱) وغیرہ نے جن کی بات کو میں رد نہیں کر سکتا مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ میر حیدر موسوی اردبیلی کے عہد سے لے کر زمانہ حاضر تک کے اپنے اجداد کے حالات " عبد صالح " کے ضمیمہ کے طور پر لکھیں جو بلکل آسان، عام فہم اور جامع و نافع بلکہ مانع بھی ہو۔ چنانچہ جو کچھ ہمیں مشجرات، معتبر کتب تواریخ خاص طور سے قم اور دیگر شہروں میں قیام کے دوران معتبر ذرائع سے فراہم ہوا میں نے انھیں جمع کیا۔ اور اس کا نام " **کحل الجواھر** " رکھا۔ واللہ الموفق و الیہ المآب۔

## [۱-۲][ میر سید سلطان حیدر و میر حسین کبروی] [م ۸۲۲ھ]

پس آگاہ ہو جاؤ؛ ارشد اللہ المومنین و الاعقاب الی صراط مستقیم صاحب الوحی و الکتاب کہ اس خاندان جلیل کے جد امجد میر سید سلطان حیدر الموسوی الاردبیلی ثم الکشمیری (۲) ہیں جو باب الحوائج حضرت موسی بن جعفر علیہما السلام کے پوتوں میں سے ہیں اور ان کا سلسلہ نسب بائیس واسطوں سے امام عرش مقام علیہ السلام تک پہنچتا ہے جیسا کہ آخر میں اس کا تذکرہ آئے گا (۳) سید موصوف ۷۶۶ھ (۴) میں سید شرف الدین المعروف بہ بلبل شاہ

بن سید امین الدین جبرئیل (۵) کے بعد کشمیری سلاطین کے دور میں اپنے ماموں میر سید علی ہمدانی (۶) کے امر سے کشمیر آگئے۔ آپ صاحب علوم ظاہریہ و کمالات باطنیہ تھے۔ مقدمات اور ابتدائی علوم کو شیخ السادات علی موسوی آذربایجانی (۷) کے ہمراہ اپنے والد بزرگوار سید سلطان صدر الدین موسوی اردبیلی (۸) سے حاصل کئے۔ اور اس کے بعد فخر الملۃ والدین شیخنا علامہ حلی کے پاس زیور علوم عقلیہ ونقلیہ سے آراستہ ہوئے (۹) پھر غیبی الہام اور اپنے حقیقی ماموں (۱۰) کے امر سے کشمیر کو رونق بخشی۔ ابتداء میں تو آپ چند سال گارِی نمبَل میں رہے جو نائِید کھے کے پاس ہے۔ پھر حج کے لئے مکہ مکرمہ کا سفر کیا اور یہاں سے مشرف ہو کر اپنے وطن اردبیل چلے گئے۔ اور دوبارہ اپنے ماموں میر علی ہمدانی اور خالہ زاد بھائی میر احمد اندرابی حسینی (۱۱) اور دیگر سادات و صلحاے عصر کی ایک جماعت کے ساتھ کشمیر آکر (۱۲) ہمیشہ کے لئے یہیں ساکن ہو گئے اور پھر دین مبین کی ترویج اور شریعت سید المرسلین وآلہ المیامین کی تبلیغ میں دل و جان سے مشغول ہو گئے۔ ایک کتاب " ہدایت المسترشدین الی احکام المعصومین " (۱۳) کو بڑے شرح و بسط کے ساتھ تحریر فرمایا۔ شہر افسوس (۱۴) [ ایفسوس ] میں زیارت اصحاب کہف سے مشرف ہونے کے بعد اہل تصوف جو کہ عوام کو دھوکہ دیتے ہیں اور اپنے خوارق عادات و کرامات سے خود کو اہل کمال ظاہر کرتے ہیں اور حضرات معصومینؑ پر بہتان باندھ کر گنہگار ہوتے ہیں، کی رد میں ایک کتاب " نفحۃ العرفان " (۱۵) لکھی جو آیات قرآنی، سُنن نبوی اور احادیث شرعیہ پر مشتمل ہے۔ اس کتاب سے صوفیوں کی اصلیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ خدا کی شکر ہے کہ کتاب مذکور کی مؤلف کی اولاد میں سے سید النجباء والشرفاء سید عبد اللہ بن عبد النبی الموسوی نے فارسی زبان میں شرح لکھی اور عاصی (یعنی صاحب کحل الجواہر ) نے اس شرح کی شرح کی ہے۔

سکندر بُت شکن (۱۶) موصوف (میر سید حیدر موسوی) سید حسین کبروی اور سید محمد مشہدی (۱۷) کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ اس نے تینوں حضرات سے منصب قضاوت کی پیشکش کی لیکن سب نے عذر خواہی کر کے اس پیشنہاد کو مسترد کر دیا۔ لیکن ایک سال بعد سکندر نے پھر اصرار کیا جس کو مجبور ہو کر میر حیدر اور سید حسین نے کو قبول کر لیا اور ایک مرَاج اور دوسرے یمیراَج میں ایک سال تک یا دوسری روایت کی مطابق تین سال تک قضاوت کا عہدہ سنبھالتے رہے۔ لیکن تبلیغ دین میں مانع ہونے کی وجہ سے اس منصب سے مستعفی ہو گئے اور بڑے خوشگوار ماحول میں اشاعت اسلام اور ترویج مذہب اہل بیت کرتے رہے۔

میر حیدر اطراف شہر میں رہتے تھے۔ اور انہیں ریاضت و عبادت میں منفرد مقام حاصل تھا۔ ان کی زوجہ بی بی بارعہ میر سید علی ہمدانی کی بیٹی وہیں دفن ہیں۔ یہ جگہ حیدر پورہ [ سرینگر ] کے نام سے مشہور ہے اور شہر کے مفصلات میں سے ہے۔ تقریباً ایک سو سال بعد شیخ سلطان قلندر بن شیخ الصدر (۱۸) جو کہ میر حیدر کے رشتہ داروں اور میر محمد شمس الدین العراقی کے بھتیجے تھے اسی جگہ دفن ہوئے۔ میر حیدر نے دو مسجدیں ایک مسجد سلطان اور دوسری مسجد خسرو اندرکوٹ میں سلطان سکندر کے عہد میں تعمیر کروائیں۔ ان مساجد سے پہلے اس جگہ میں آس پاس مندر اور ہنود کے معابد تھے۔ لکھا گیا ہے کہ جب میر محمد ہمدانی (۱۹) سید حصاری حنفی (۲۰) کے ساتھ مباحثہ کرتے کرتے عاجز ہو گئے (۲۱) اور موصوف خانقاہ وچی (۲۲) کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو ان کے اشارہ پر میر حیدر نے کولگام میں تین سال گزارے اور ان کی دوسری زوجہ جو میر محمد مدنی (۲۳) کی دختر تھیں یہاں انتقال کر گئیں۔ پھر آپ میر محمد مدنی کی خواہش پر نوشہرہ کے حدود میں محلہ مدین صاحب تشریف لے کر آئے اور ان کے مکتب کی تعمیر میں مدد کرنے لگے۔ اس کے بعد خانقاہ معلیٰ کے حدود میں برارِی نمبل [ سرینگر ] نامی جگہ پر سکونت اختیار کی۔

آخر کار یادگاران بنو امیہ کے ہاتھوں علی شاہ (۲۴) پُر جفا کے عہد میں شربت غسل شہادت نوش فرمائی۔ بعض نے سَنگس کُسرت [ سَنگس کہروَٹ، سُولہ گام ] اور بعض نے سرینگر میں شہید ہونا لکھا ہے۔ آپ کے ساتھ سید حسین کبروی کو بھی شہید کیا گیا۔ یہ واقعہ ۲۵ رجب ۸۲۲ ہجری کو پیش آیا۔ " آن مہرومہ سیادت " سے اس المیہ کی تاریخ نکلتی ہے۔ یہ دونوں بزرگان نُمچہ بَل میں دفن ہوئے (۲۵) ۔ سلطان بڈشاہ جو ثانی نوشیروان عادل تھا۔ اس نے ان کی قبروں پر ایک بڑا روضہ تعمیر کرایا اور کبھی کبھی فیض پانے کے لئے اس روضہ کی زیارت کے لئے جاتا تھا (۲۶) دلاور خان جو کہ کشمیر کا صوبیدار تھا۔ اس نے مسلکی تعصب اور مذہبی عناد کی بنا پر باغ لگانے کے بہانے سے اس روضہ کو ویران کر دیا (۲۷) اس روز (رات کے وقت) سیاہ دُمدار ستارہ آسمان پر ظاہر ہو کر ترچھے رخ پر چلنے لگا۔ چوہے اور ٹڈیاں حملہ آور ہوئیں اور ان کے سبزہ زاروں کو برباد کر ڈالا۔ پھر جہانگیر بادشاہ کے ورود کے بعد رئیس الملک حیدر ملک (۲۸) کی توجہ اور ملکہ نور جہاں (۲۹) کی عنایات سے روضہ کی دوبارہ مرمت ہوئی (۳۰) ۔ چونکہ ظفر خان احسن نے دشمنی مول لی اور مخالفین کے ساتھ ایک ہو گیا یہ روضہ دوبارہ ہدف آتش کینہ و عناد بنا اور اس کے بڑے بڑے ستون اندر کوٹ لے جائے گئے۔ یہ واقعہ مفجعہ ماتُومہ کے فساد کے دوران پیش آیا (۳۱) اور یہ مقام اب تک خراب اور ویران ہے۔ لیکن لوح قبر اور سنگ مزار ابھی تک مومنین کے لئے باعث ایمان افروز ہیں۔ لوح قبر پر یہ لکھا ہے:



هو الغفور الرحيم اللهم صل على محمدٍ المصطفى و على عليٍ المرتضى و فاطمة الزهراء و الحسن المجتبى و الحسين الشهيد بكربلا و على بن الحسين و محمد بن على و جعفر بن

محمد و موسی بن جعفر و علی بن موسی و محمد بن علی و علی بن محمد و الحسن بن علی و الحجة بن الحسن صاحب الزمان صلوات اللہ علیھم اجمعین

اور سنگ مزار پر تحریر ہے :

ھذا قبر الغریب الشھید حیدر الموسوی الاردبیلی غفر اللہ لہ ساکن بلدۃ کشمیر۔

آن مھرومہ سیادت

اور دوسری قبر پر لکھا ہے :

میر حسین الکبروی الشھید المظلوم بید اجلاف الحنفیۃ یوم الجمعۃ شھر رجب ۸۲۲ ھ. (۳۲)

[ ۳-۴ ][ سید باقر و سید محمد ]

۷۹۶ھ میں میر محمد ہمدانی اور میر محمد مدنی کے ہمراہ سادات کی ایک جماعت وارد کشمیر ہوئی (۳۳) جن میں سید باقر (۳۴) مؤلف کتاب " نور " اور میر حیدر کے برادر سید محمد الاردبیلی تھے (۳۵) ۔ دونوں کا شمار اعاظم علمائے امامیہ میں ہوتا ہے۔ سید باقر تو موزہ شولہ مانچہ ہاموں میں اور سید محمد ہبک ٹینگو علاقہ بانگل میں دفن ہیں۔ دونوں کی اولاد نہ تھی۔

[ ۵ ][ میر سید حسین قمی ] [ م ۸۷۱ھ ]

میر سید حسین رضوی قمی (۳۶) نے سکندر بت شکن کے دور آخر میں اپنے قدموں سے سرزمین کشمیر کو رونق بخشی ۔ آپ سیدہ پورہ پھاگ زینہ گیر میں رہنے لگے ۔ بادشاہ کو شاگردی کا فخر بخشا اور حقایق اسلام پر " صراط " نامی کتاب لکھی ۔ علامہ احمد (۳۷) نے اس کتاب کا کشمیر کی رائج زبان میں ترجمہ کیا تھا۔

## [۶] [ ملا عالم انصاری ]

ملا عالم انصاری ایک جید عالم اور میر قمی کے رفقا میں سے تھے (۳۸) ۔ سلطان بڈشاہ (۳۹) نے جو کہ عدالت وانصاف میں مشہور تھا بُراٹھہ میں انہیں مدرسہ عالیہ اسلامیہ کا ناظم مقرر کیا۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بھی ایک رسالہ جو عقاید اثنا عشریہ پر مشتمل تھا اپنے استاد میر سید حسین قمی کے امر سے لکھا۔ اور ملا محمد سعید ہمدانی (۴۰) کی کتاب جو نوادر روزگار اور افاضل اقطار میر ہمدانی کے دوستوں میں تھے، کی ایسی مفصل شرح لکھی کہ بزرگوں کے بقول پوری دنیا نے ایسی شرح نہ دیکھی ہو گی۔ مولانا محمد طاہر غنی نے جو کہ ان [ ملا محمد سعید ہمدانی ] کی اولاد سے ہیں اس شرح کی توضیح لکھی ہے جو اس قاصر [ مؤلف ] کی نظروں سے گزری ہے وہ مذہب اثنا عشریہ کے بارے میں بڑی بہترین کتاب ہے۔ (۴۱)

## [۷۔۸] [ سید محمد جبل العاملی و سید فیروز ڈر ] [۸۷۹ھ]

میر سید حیدر کے دو فرزند سید محمد جبل العاملی اور سید محمد صابر بی بی بارعہ کے بطن سے اور ایک بیٹا سید فیروز ڈر اور بیٹی بی بی فاطمہ مریم بانو میر مدنی کی دختر سے تھے۔ سید محمد جبل العاملی سر گروہ سلسلہ کبرویہ تھے جو بعد میں سلسلہ نوربخشیہ کے نام سے معروف ہوا۔ کیونکہ اس سلسلہ روحانیت کی انتہا سید محمد نوربخش (۴۲) پر ہوتی ہے۔ اسی لئے سید جبل العاملی سید محمد نوربخش ثانی کے نام سے معروف ہوئے (۴۳) ۔ انہوں نے اپنے پدر نسبتی میر محمد ہمدانی کے ساتھ سیر و سیاحت اور ترویج اسلام کی۔ تبتین، کاشغر اور شگر میں لوگوں کو نور اسلام سے منور کیا اور وہاں مساجد و مدرسے بنوائے پھر ان علاقوں کے حکمرانوں نے اسلام قبول کیا۔ سید محمد جبل العاملی زیارات مشاہدات سے بھی مشرف ہوئے اور اس سفر

کے دوران فقیہ اعظم علامہ ابن فہد حلی (۴۴) سے ملاقات فرمائی۔ علامہ نے انہیں اپنی کتاب " عُدۃ الداعی " تحفے میں دی اور اس کے اندر سرورق پر یوں تحریر فرمایا:

بعد از حمد و صلوۃ — السید السند و الحبر المعتمد وحید عصرہ و اوانہ و فرید دھرہ و زمانہ مبلغ شریعۃ جدہ سید المرسلین و اھلبیتہ المعصومین صلوات اللہ علیھم اجمعین اعنی السید محمد جبل العاملی الکشمیری خلف العلامۃ الزاھد میر حیدر الموسوی الاردبیلی صاحب ھدایت المسترشدین حفید مخدوم اھل الایمان و الیقین سلطان النسکآء العارفین و رئیس العباد المتورعین السید سلطان صفی الدین الاردبیلی رحمۃ اللہ و رضوانہ علیہ و ابائہ الطاھرین و وجدتہ اھلا لہ

اس سفر سے لوٹنے کے بعد آپ مالمُوہ تا نترے پورہ میں ایک مدت تک رہے۔ سلطان بڈشاہ نے انہیں اور ان کے دیگر بھائیوں کو اطراف کشمیر میں مناصب اور اقطاع بخشے لیکن افسوس حاجی خان (۴۵) کے عہد میں سید محمد جبل العاملی اور ان کے بھائی سید فیروز ڈر لُولی حجام بدفرجام کے حکم سے سید محمد بیوہ وِچل پُورہ میں اور سید فیروز ڈر ڈربل میں جمہ گلوان کے ہاتھوں شہید ہوگئے (۴۶)۔ [سید فیروز] کے فرزند سید جعفر [اس حادثے کے بعد] روپوش ہوگئے۔ مگر انہیں بھی ۹۳۲ھ میں اپنے چچازاد بھائی سید عبدالنبی [عبد الغنی] کے ساتھ میر شمس الدین عراقی کے ہمراہ شہید کیا گیا۔ ارادت مندوں نے سید محمد جبل العاملی (کی لاش کو) وِچل پُورہ سے مالموہ لایا اور یہاں دفن کرکے ان کی قبر پر روضہ تعمیر کیا۔ ایک شب سید موصوف نے اس روضہ کے مجاور کو خواب میں ان کا جسد نُمچہ بَل منتقل کرنے کے لئے کہا اور اس نے سید مذکور کے حکم کو عملی جامہ پہنایا (۴۷)

## [۹][ سید عبد النبی ] [م ۹۳۲ھ ]

ان (سید محمد جبل العاملی ) کے ایک فرزند سید عبد النبی[ یا عبد الغنی ] تھے جو قدوۃ الواصلین سراج الملۃ والحق والدین اور درجہ اجتہاد پر فائز، علم وریاضت اور ورع میں بے نظیر تھے۔انہوں نے امام بارہ جڈی بل (۴۸) کو اپنے دو بیٹوں حسن و حسین اور ایک مرد صالح میر یعقوب اصفہانی کی مدد سے تعمیر کر کے ابرھیمؑ اور اسماعیلؑ کی یاد تازہ کی۔اس دوران تخت وتاج کے دعویدار محمد شاہ (۴۹) اور فتح شاہ (۵۰) نے وادی امن و سلامتی (کشمیر) کو معرکہ فتنہ و فساد اور جنگ و عناد میں بدل دیا۔ بعض لوگ محمد شاہ کے تو کچھ فتح شاہ کے طرفدار ہو گئے (۵۱) ۔کاَجی چَک (۵۲) میر شمس الدین عراقی کے مریدوں میں سے تھے اور جہانگیر پڈرُو (۵۳) و شَنگُورَینہ (۵۴) فتح شاہ کے ساتھی تھے۔امرائے عصر اور کبرائے دہر نے موافق اور منحرف ہو کر کاجی چک کے حق میں بدگوئی کی اور یوں یگانگت اختلاف میں بدل گئی۔کاَجی چَک نے اپنے آپ کو فتنہ و فساد سے باز رکھا اور سرزمین کشمیر سے رخت سفر باندھا (۵۵) محمد شاہ نے بزرگان شہر سے مشورہ کیا اور چونکہ اکثر لوگوں کو حضرت میر عرش پیا (میر عراقی ) (۵۶) اور ان کے پیروان کے ساتھ مذہبی کینہ تھا (اس لئے ) تمام لوگوں نے ان کے قتل کی رائے دی ماگرِیاَن (۵۷) کے ایک گروہ کو علی رَینَہ (۵۸) کی سرگردگی میں خانقاہ پر شبخون مارنے کے لئے بھیجا گیا۔ موصوف اپنے ساتھیوں کے ساتھ تہجد میں مشغول تھے کہ ان ناصبیوں اور مروانیوں نے سید صالحین اور دیگر سادات و مومنین پر جمعہ کی سحر میں حملہ کر کے تقریباً تیس افراد کو شہید کر دیا۔یہ واقعہ ار بیع الاول ۹۳۲ھ کو پیش آیا (۵۹) ۔ان تمام لوگوں میں جو آپ (میر عراقی ) کے ساتھ شہید ہوئے ان میں سید عبد النبی بھی تھے۔ " بخلد برین دویدی" سال تاریخ ہے (۶۰) ۔جب سویرے مومنین کو

اس حادثے کی اطلاع ملی تو گریہ وزاری اور نوحہ و ماتم کرتے ہوئے سب کے سب خانقاہ میں آ ئےاور سارے شہداء کو خانقاہ میر شمس الدین عراقی میں دفن کیا (۶۱)

## [۱۰] [ سید جعفر موسوی ] [م ۹۳۲ھ ]

دشمنان اہل ایمان اور وارثان آل ابی سفیان نے اس روز جگر سوز میں میر عراقی کے ایک ایک پیرو کو چن چن کر قتل کیا۔ ان میں سے سید جعفر بن سید فیروز ذوندُس یَمنَہ میں خنجر کی تین ضربتوں سے دین انور و شرع اطہر پر فدا ہو گئے (۶۲)

## [۱۱۔۱۲] [ میر سید حسن و میر سید حسین ] [م ۹۵۷ھ ]

اس ظلم بے حد کے بعد میر عراقی کے فرزند آبرومند میر دانیال خوف جان سے تبت خورد و کلان چلے گئے اور میر حسن و میر حسین فرزندان شہید سید عبدالنبی [ یا عبدالغنی ] کو اپنی تربیت میں لے لیا۔ یہاں تک کہ میرزا حیدر ردوغلات (۶۳) کے ظلم و ستم کے شکار ہو گئے۔ اور دو یا تین سال تک اس کی قید میں رہے (۶۴) کہا جاتا ہے کہ میرزا حیدر ردوغلات اور بقول صاحب مقامات کاشغری نے اپنے ظلم کے دروازے شیعوں اور شافعیوں پر کھول رکھے تھے (۶۵) ۔ اور میر دانیال فرزند میر شمس الدین محمد عراقی کو بڑی بے حرمتی سے تبت خورد جہاں وہ تبلیغ مذہب اہل بیتؑ میں مصروف تھے جملہ پیروان اور افاضل کے ہمراہ پابند سلاسل کشمیر بلایا (۶۶) اور مقام ماہ پَدم عَشَم (۶۷) [اِندَر کُوٹ ] میں تمام دیگر سادات کے ہمراہ شہید کر دیا (۶۸) ۔ ملا حاجی خطیب (۶۹) جو کہ میر حسن مذکور کے سُسر تھے، ان کے گھر کو لوٹ کر تہ تیغ کے کیا اور اس دھینگا مشتی میں میر حسن موسوی کبروی جو میر عراقی کے رشتہ داروں میں سے تھے اور ان کی رہائش اس دوران اِندَر کُوٹ میں تھی جلادوں کے ہاتھوں اسیر ہو گئے۔ میرزا حیدر نے بہت اذیت دیتے ہوئے انہیں

اپنے پاس بلایا اور کہا کہ یہ رافضی اپنے مذہب کی ترویج کر رہا ہے۔ اس لئے اسے سزا دوں گا۔ پھر اس نے میر عراقی کی احوط (۷۰) نامی کتاب اور میر حیدر کی تالیف ہدایت المسترشدین کے بارے میں پوچھا۔ آخر کار ان کے گھر کی تلاشی لی گئی۔ کتاب احوط اور ہدایت المسترشدین کے علاوہ مذہب امامیہ کی دیگر کتابوں کو سر راہ جلایا گیا۔ اور اس نے غصے میں آکر سید کو درہ آہنی خار دار تازیانہ مارا جس سے ان کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی۔ سید کے کاغذات میں لپٹا ہو ایک خط ملا جو لوگوں کے عقیدے کے مطابق پیغمبر اکرم ﷺ نے خاقان چین کو اپنے عہد رسالت میں اپنی مہر کے ساتھ دعوت اسلام کے لئے تحریر فرمایا تھا ۔ میرزا حیدر بد گوہر یہ نجات نامہ دیکھ کر ان کے قتل سے باز آگیا۔ لیکن کچھ شر پسند عناصر نے میرزا حیدر کو ان کے قتل پر اکسایا کہ یہ سید رافضی اور بدعتی بخشش کے قابل نہیں ہے ۔ کیونکہ اگر یہ آزاد ہو جائے ہے تو باعث فتنہ بن جائے گا یا برابر مذہب شیعہ کی تبلیغ و ترویج کرتا رہے گا۔ اسی وجہ سے ان ظالموں نے انہیں اور ان کے بھائی میر سید حسین کو مقام ماہ پدم لے جا کر شہید کر دیا۔ صاحب مقامات نے لکھا ہے کہ سید سلطان حیدر الموسوی اردبیلی کبروی اپنے ماموں میر سید علی ہمدانی کے امر سے تبلیغ کے لئے روم اور ماوراء النہر گئے تھے اور جب شہر کاشغر پہنچے تو امرائے چین میں سے کسی ایک امیر کا فرزند جو خاقان کے وابستگان میں سے تھا مرض خُناق میں مبتلا ہو گیا اور علاج کے باوجود آفاقہ نہ پا سکا۔ مگر جب انہوں نے سید حیدر کی طرف رجوع کیا تو شافی حقیقی نے اسے شفا دی۔ پھر اسی امیر نے سید کے لئے چین کے بعض نوادرات اور یہ خط جو خاتم نبوت ﷺ کی مہر سے مزین تھا اور جسے سید عرب و عجم نے خاقان چین کو لکھا تھا، بھیجا تھا۔ سید حیدر کی شہادت کے بعد یہ نجات نامہ ہدایت شمامہ ان کے فرزند سید محمد جبلی العاملی کے پاس تھا پھر ان کے فرزند

شہید سید عبد الغنی پھر ان کے فرزند شہید سید حسن کے پاس پہنچا۔ یہ تھا بیان جو صاحب المقامات شیخ حسن رہنما جڈ بیلی نے نقل کیا ہے (۷۱)

شہدائے دین کی شہادت کے بعد مومنین کی ایک جماعت رات کی تاریکی میں آئی اور اکثر شہداء کو وہیں دفن کیا۔ اور برگزیدہ شہداء صاحب فضل و کمال میر دانیال کو سید حسن کے ساتھ قتل گاہ سے اُٹھا کر ڈب کَریوہ لے جا کر سپرد خاک کیا اور زمین ہموار کر دیا [ کہ کہیں دشمن قبر کے ساتھ کوئی بے حرمتی نہ کرنے پائے ] وہاں جو کا بیج بویا گیا جو قادر مطلق کی قدرت سے اسی رات اگا اور سرسبز و شاداب ہو گیا (۷۲) ایک جماعت نے میر حسین اور ملا تاج الدین کے پوتے رضی الدین المدرس (۷۳) کی ٹکڑے کی ہوئی لاشیں سرای ڈانگر پُورہ ( جو تمام مواضع کا پرگنہ ہے ) میں دفن کیں (۷۴) کہا جاتا ہے کہ کَرہامہ میں میر دانیال کی انگلی ہاتھ سے جدا ہو کر گر گئی۔ کوئی صاحب دل اس واقعہ سے مطلع ہوا اور اس نے سویرے اس کو وہیں دفن کیا۔ جنگ کی بھڑکی آگ کے خاموش ہو جانے کے بعد میر دانیال کی لاش کو ان کے والد کی خانقاہ ( جڈ بیل منتقل ) کیا گیا (۷۵) ۔ اور میر حسن کو بُلبُل لنگر لے جایا گیا (۷۶) ۔ آج ان تمام ( شہداء ) کی قبروں کی زیارت کی جاتی ہے۔

## [۱۴] [ سید عبد اللہ ]

میر سید حسن کے بڑے بھائی سیادت پناہ نجابت دستگاہ صاحب عز و جاہ مسمّٰی بہ عبد اللہ ہیں۔ آپ " انوار الہدیٰ " کے مؤلف ہیں۔ تمام بھائی سلسلہ کبرویان یعنی نور بخشیان کے پیشرو اور مدارج ریاضت میں کامل اور اُوج معرفت کے حامل تھے۔ سید عبد اللہ ان کے فرزندان اور پوتے اپنے اپنے زمانے کے بزرگ سادات اور افاضل میں تھے۔ ان میں سید

میرزااور سید مراد اور ان کے فرزند سید علی صاحبان ورع و تقویٰ تھے۔ اور سب کے سب صاحب تصانیف وتالیفات تھے۔

[ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶ ] [ میر سید نوروز و سید باقر و سید محمد علی ] [ م ۹۹۴ھ ]

شہید میر حسین سرائے ڈانگر پورہ میں جن کا مدفن ہے ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ انہوں نے " انوار البہیۃ در شرح اوراد فتحیۃ " نامی کتاب لکھی جو عقاید امامیہ کی لاجواب کتاب ہے (۷۷) ۔ اور شہید میر سید حسن جن کا تذکرہ گزر چکا ہے ان کے دو فرزند تھے ایک سید نوروز کہ جو مُجھ بَوَن (۷۸) میں دشمن نبی ﷺ وآل علیؑ کے ہاتھوں محبت علی کے جرم میں شہید ہوئے اور دوسرے سید باقر جو میر دانیال کے فرزند دلبند میر شہید [ سید محمد علی ] کے ہمراہ شہادت عظمیٰ پر فائز ہوگئے۔ [ ان کی شہادت کے وقت ] تیز آندھی چلی اور بجلیاں کڑکنے لگیں یہاں تک کہ فصل پیڑ پودے تلف ہوگئے اور مسلسل تین دن تک موسلا دھار بارش ہوئی۔ اسی دن بجلی نے سارے قاتلوں کو جلا کر راکھ کر دیا اور اُولے اور برف تقریباً ایک ذراع زمین پر جمع ہوگئی۔ صاحب مقامات لکھتے ہیں کہ میر شہید کو ضرب شمشیر سے اور سید باقر کو چھوٹی کلہاڑی سے جسے " ٹَکَز " (۷۹) کہتے ہیں شہید کیا گیا۔ میر شہید کا لقب میر شمس الدین ثانی ہے جو علوم و معارف میں بے نظیر تھے (۸۰) انہوں نے اپنے جد ( میر شمس الدین عراقی ) کی کتاب احوط کی شرح لکھی (۸۱) عقیدت مندان با اخلاص کو جب ان دو سیدوں کی شہادت کی خبر ہوئی تو ( لاشوں کو ) مقتل سے اٹھا کر لے گئے (۸۲)۔ میر شہید کو ایک نیستان میں دفن کیا گیا (۸۳) ۔ مخالفین کو ان کی قبر کا سراغ مل گیا اور انہوں نے قبر کھودنا شروع کیا ( تا کہ ان کی لاش کے ساتھ بے حرمتی کریں ) مگر رب کعبہ نے جس طرح اصحاب فیل پر ابابیل کو مسلط کیا تھا اسی طرح شہد کی

سرخ مکھیوں کو ان ظالموں پر مسلط کر دیا اور چھتوں سے باہر آکر انہیں بھگا دیا (۸۴) اسی وجہ سے یہ جگہ تُلرزو (۸۵) یعنی جزیرہ زنبوران کے نام سے معروف ہو گئی۔ لیکن سید باقر کو لوگ وہاں پہنچا نہ سکے اور ان کی لاش کو وہیں پورہ گِنہ مانچھاموں میں دفن کیا گیا۔

## [۱۷] [سید عبد الہادی]

ان (سید باقر) کی کوئی اولاد نہ تھی۔ ان کے بھتیجے سید عبد الہادی بن سید نوروز صاحب کشف و کرامات، عظمت و کمالات کے حامل، نیکی اور دیانت سے آراستہ اور زہد و تقوی سے پیراستہ تھے۔ حاکم کشمیر نواب محمد ابراہیم خان (۸۶) کے مبارک عہد میں انہیں نعمات فراوان سے نوازا گیا اور نواب خلد مکان نے ان کا شجرہ نسب (۸۷) اور وہ مصحف مبارک جو حضرت باب الحوائج ساتویں امام علیہ السلام نے اپنے قلم ہدایت سے رقم فرمایا تھا (۸۸) اور میر حیدر (۸۹) تک پہنچا تھا، ملاحظہ کیا۔ سر آنکھوں پر رکھ کر اس مصحف شریف کا احترام کیا اور انہیں (سید عبد الہادی کو) اس کمیٹی کا ممبر بنایا جو اعتقادات امامیہ سے متعلق چند جلدوں پر مشتمل ایک کتاب لکھنے کے لئے بنائی گئی تھی (۹۰)۔ اس کمیٹی کے ایک رکن سید علی جو جھتہ بَل کے تھے (۹۱)

## [۱۸] [سید آقا حسین] [م ۱۱۷۱ھ]

ان (سید عبد الہادی) کے پوتوں میں سے سید حسین ہیں جو آقا حسین کے نام سے معروف تھے اور ان کا شمار اعاظم علمائے امامیہ میں ہوتا تھا۔ انہوں نے سات سال اصفہان، قم اور عتبات عالیات میں گزار کر کسب علم کیا۔ ملا اسماعیل مازندرانی (۹۲) اور آیت اللہ محقق بہبہانی کے والد بزرگوار (۹۳) اور صاحب الحدائق شیخ اجل بحرانی (۹۴) نے انہیں شرف تلمذ بخشا۔ فقیہ اہل بیتؑ شیخ یوسف بحرانی (۹۵) نے ان کے اجازہ میں لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ العلی العظیم و الصلوۃ علی من اُرسل بالآیات و الذکر الحکیم محمد و آلہ الھداۃ الی صراط مستقیم الدعاۃ الی الدین القویم و بعد فان من مواجب اللہ سبحانہ علی الانام فی زمن غیبۃ الامام علیہ السلام وجود العلمآء الأعلام الذین بوجودھم توضح الاحکام و تجلّی مدلھمات الابھام و یعرف الحلال من الحرام و انّ الاماکن الشاسعۃ النائۃ التی ھی عنھم خالیۃ لمفتقرۃ الی من ینوب عنھم لتبلیغ الاحکام و لولا ھم لاختل النظام و اختلط الحلال بالحرام و لما کان العالم العامل و المھذب الفاضل الکامل، الجامع لافراد الفضائل و البارع فی احراز الفواضل السید السند الاوحد المسدّد و العلم المفرد مُبلغ الدین و مروج شریعۃ جدہ سید المرسلین و آلہ المعصومین السید آقاحسین الموسوی الکشمیری اھلاً بکمال الاھلیۃ و تمام القابلیۃ لھذا المقام۔۔۔ الی الآخر. تحریر شوال ۱۱۵۸ھ.

ملا اسماعیل بن محمد حسین مازندرانی خواجوئی طاب ثراہ نے ۱۱۵۷ھ میں حمد و صلوٰۃ کے بعد ان کے لئے لکھا:

خلاصۃ الامنآء و المرشدین منبع الفروع و الاصول مروج دین الرسول مجمع المعقول و المنقول ذو الذھن النقاد و الفکر الوقاد الذی لم یر مثلہ عین الزمان یکل عن بیان اوصافہ اللّسان حاج الحرمین الشریفین زایر قبور السبطین السید آقا حسین الموسوی الکشمیری لازال فی درع الامان من مکارہ الزمان۔۔۔ تا آخر اجازت۔

اور سرکار بہبہانی کے والد ماجد علامہ محمد اکمل طاب ثراہ نے ان کے لئے تحریر فرمایا:

بعد حمد و صلوت سلالۃ السادات العظام و افتخار العلماء الاعلام السید الھاشمی الموسوی الصفوی اعنی آقا حسین الکشمیری دام ظلہ العالی ..... الخ۔

جب سید عالی مقام کشمیر میں تھے تو تبلیغ کے لئے بہت کوششیں کیں۔ (نماز) جمعہ و جماعت قائم کی اور مدارس دینیہ اور مکاتب شرعیہ ہر جگہ بنوائے۔ "جواہر البیان" (۹۵) اور" شرح مودۃ القربیٰ" (۹۶) جیسی کتابیں تحریر فرمائیں۔ اس نیک دور میں سک جوان (سُوکھ جِیوَن) نے نامحمود پنڈت مہانند مردود کو اپنا مدار المہام بنایا۔ اس نے مسلمانوں کے تکلیف پہنچانے کا منصوبہ بنالیا۔ گاؤ کشی اور اذان پر پابندی عاید کر دی اہل خلاف سے مشورہ کر کے مسجد شاہی (۹۷) کو جو نور جہاں بیگم نے شیعوں کے لئے بنوائی تھی شالی کے گودام میں تبدیل کر دیا۔ آقا حسین اور شہزادہ بلخی نے اس ظلم و بربریت کے خلاف تحریک چلائی اور مسلمانوں کے دفاع میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ لیکن بزرگان حکومت اور ان کے خادمان جو سِنگھاں کے نام سے معروف ہیں انہوں نے مسلمانوں پر تلواروں اور بندوقوں سے حملہ کر کے غلبہ حاصل کیا اور اس دوران اہل اسلام مغلوب اور اہل کفر غالب ہوگئے گئے۔ سید آقا حسین، شہزادہ بلخی، میر ابو نجف زڈی بلی اور محمد حسین سبزواری سکھوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ تاریخ سال شہادت یہ ہے" از سر این گذشت سید المظلومین" (۹۸) ۔آقا حسین نے مذکورہ کتابوں کے علاوہ شرح قانون شیخ (۹۹) ،ترجمہ مفتاح الفلاح (۱۰۰) اور ریاض الامامت جیسی گرانقدر کتابیں تالیف فرمائیں۔



[۱۹][ سید ہادی ] [م۱۲۲۵ھ ]

ان (سید حسین) کے فرزند سید ہادی حکیم حاذق، طبیب فائق اور ورع و تقویٰ میں مشہور تھے۔ انہوں نے قرآن کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ حمامی کے ساتھ ان کا قصہ

کشمیر کے زبان زد خاص و عام ہے۔ آپ کا مدفن دِیوسر میں ہے (۱۰۱) ۔ اور آپ کی قبر کی زیارت کی جاتی ہے۔ جمعہ خان الکوزی کے نائب صوبیدار نے اپنی حکومت کے دوران سید ہادی اور سُنیوں کے مفتی ملا قوام پر ظلم ڈھائے۔ ملا قوام کو فتویٰ سازی سے معزول کر دیا (۱۰۲) حسن آباد کے مؤمنین نے سید موصوف کی صلاح و مشورے سے اپنے محلے میں ایک امام باڑہ بنوایا اور عزاداری کو رواج دیا جو ظالموں کے لئے ناگوار تھا۔ انہوں نے سید کو دِیوسر کی طرف شہر بدر کیا اور امام باڑے کو منہدم کر دیا (۱۰۳)

## [۲۰] [ سید امیر الدین ] [م۱۱۹۶ھ ]

سید امیر الدین بن آقا حسین کو علوم عقلیہ و نقلیہ پر تسلط تھا۔ علم حکمت و ریاضت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ انہوں نے بہت سارے رسالے علم طب اور عقائد اثنا عشریہ کے بارے میں لکھے ہیں اور کشمیری زبان میں ابی عبد اللہ الحسینؑ کے مرثیہ بھی نہایت ہی سوز و گداز انداز میں کہے ہیں۔ ان کے زمانے میں ایک عظیم فساد شیعوں اور مخالفین کے درمیان ہوا۔ خشک سالی تھی اور اکثر اہل سنت نماز استقا کے لئے عید گاہ گئے ہوئے تھے۔ واپسی پر کچھ اوباشوں نے لوگوں کے درمیان افواہ اڑائی، شر پسند عناصر نے بغض و عناد کی آگ بھڑکائی اور جڈی بل کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا۔ اس اُلجھن میں خواجہ حبیب اللہ نوشہری آماجگاہ سخن تھے۔ افواہ پھیلائی گئی تھی کہ شیعوں نے خواجہ حبیب اللہ نوشہری کی شان میں بے ادبی کی ہے۔ حبیب نوشہری کا شمار بزرگان شہر اور شعرائے دہر میں ہوتا ہے ان کا انتقال ۱۰۳۷ھ [ صحیح ۱۰۲۶ھ ] میں ہوا۔ مرد و زن سوچے سمجھے بغیر طیش میں آگئے۔ اور اس بے بنیاد خبر پر محلہ جڈ بل کو آگ لگا دی اور شیعوں کو لوٹا گیا۔ بعد میں بعض بزرگان شہر اور سید مذکور کے آپسی افہام و تفہیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ تنازعہ رفع ہو گیا اور اختلاف اتحاد میں بدل

گیا (۱۰۴) ۔ لیکن حاکم وقت بلند خان بامزئی نے جانبداری سے کام لے کر ( مخالفین کی ) طرفداری کی اور بیچارے شیعوں کے ساتھ بجائے انصاف کرنے کے قید کر لیا اور بعض کے ناک تو بعض کے کان وغیرہ کاٹے لئے (۱۰۵) اس جور و جفا کے دور میں سید امیر کے برادر (۱۰۶) دشمنوں کے ہاتھوں اس وقت شہید ہو گئے جب حکمران وقت حاجی کریم خان نے انور ملک کو بے قصور قتل کر دیا تھا۔ یہ واقعہ ۱۱۹۶ ھ میں پیش آیا تھا (۱۰۷) ۔

## [۲۱] [ سید صفدر ]

ان ( سید امیر الدین ) کے فرزند سید صفدر بڑھاپے اور لاچاری میں اپنے دو فرزندوں سید بزرگ اور سید عبد اللہ کے ساتھ اس وقت اشرف البلاد لکھنؤ گئے جب روز عاشوراکاہ پچی کی تقسیم پر آل ابی سفیان کے ارادتمندوں اور آل زیاد و مروان کے عقیدت مندوں نے کینہ اور بغض و عناد کے آتش کو شعلہ ور کر کے شیعوں کو قتل کیا اور ان کے اموال لوٹے (۱۰۸) سید صفدر تو کلکتہ میں انتقال کر گئے لیکن سید بزرگ اور سید عبد اللہ لکھنؤ میں رہنے لگے ۔ سید عبد اللہ جو عالم و فاضل تھے انہوں نے نواب اودھ تک دسترس حاصل کی اور نواب زادہ واجد علی کے استاد مقرر ہوئے۔ ان کے ایک فرزند سید باقر نواب زادہ واجد علی کے ہم درس تھے اور دیگر فرزندان سید مصطفیٰ اور سید قاسم سلمہما اللہ وہیں زندگی بسر کر رہے ہیں ۔ سید بزرگ کے چند بیٹے سید احمد ، سید عبد الحکیم ، سید قاسم اور سید شاہنواز ہیں۔ سید صفدر کے سب سے چھوٹے بیٹے سید جواد جو حکیم شاہ کے نام سے معروف ہیں آج کل وہ شاہی حکیم اور کرنیل میاں کے ذاتی معالج ہیں اور مومنین کی حاجت روائی کر رہے ہیں ۔ سید ہادی کے اور دو فرزند سید میر رضا اور سید عسکر تھے جو علم و دانش میں بلند مقام پر فائز تھے ۔

## [۲۲][ سید میر رضا] [۱۲۴۶ھ]

سید میر رضا اس ( مؤلف ) سراپا خطا کے والد ہیں۔ موصوف نے چودہ سال اصفہان اور مشاہد مشرفہ میں ( تعلیم کے لئے ) گزارے اور وہاں کے علماء اور فضلاء کی صحبت میں رہے اور ان کی بزم میں بڑی منزلت کے حامل تھے۔ آقای شہشانی (۱۰۹) اور شیخ مرتضی انصاری (۱۱۰) سے ان کے گہرے تعلقات تھے۔ شیخ مرتضی انصاری نے ان کے لئے لکھا تھا : جناب مستطاب شامخ الالقاب، قدوسی انتساب، جامع الاخلاق الفاضلۃ والصفات الکاملۃ، زین الاتقیاء السید رضا۔۔۔ الخ۔ ہمارے والد کے حاج باقر خان ایرانی سے بھی بڑے گہرے تعلقات تھے یہاں تک کہ انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دیا۔ اور ان کی خواستگاری پر نور چشم سید احمد بن سید بزرگ (۱۱۱) کو قم کے اطراف میں خانہ دامادی میں دیا۔ اور اسی زمانہ میں وہ اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ لکھنؤ سے کشمیر تشریف لائے تھے۔ اور تقریبا تین سال سے وہیں رہ رہے ہیں۔ سید میر رضا امام باڑہ [ جڈی بل ] میں مجلس پڑھ رہے تھے کہ روز قیامت سے بے خوف اور خدا اور رسول ﷺ سے شرم نہ رکھنے والے کینہ و غرور میں مست اہل عناد نے امام باڑے کے دروازے بند کر دیئے اور آگ لگا دی۔ اکثر عزاداران حسینؑ اپنے مولاؑ پر فدا ہو کر شہید ہو گئے۔ سید میر رضا کو بہت ہی مشکل سے زخمی بدن اور کٹے ہوئے ہاتھ کی حالت میں باہر نکالا گیا لیکن وہ راستے میں ہی دم توڑ بیٹھے (۱۱۲) ۔



## [۲۳][ سید احمد ]

اما سادات میر بحری اور باغبانپورہ کے جد امجد سید احمد بن سید یحییٰ بن سید عبد الهادی تھے۔ آپ صاحب علم و فضل اور ورع و عظمت کے حامل تھے۔ فاضل خان کے عہد میں

رئیس سادات تھے (۱۱۳) ۔ کوہ ماران کی طرف باغبانپورہ میں ان کی زمینیں تھیں جو سید یحییٰ کو حاکم وقت نے ہدیہ کی تھیں۔

## [۲۴][ سید حسین ]

ان ( سید احمد ) کے پوتوں میں سید حسین بن سید جعفر بہت باثر شخصیت تھے۔ میر بحری میں ان کی جاگیریں تھیں۔ حاکم کشمیر امیر جوان شیر نے سید موصوف کے توسط سے نُندپُورہ میں ایک خوبصورت لڑکی سے شادی کی تھی اور اس کے عوض اس نے سُونہ لانک اور باغ امیر آباد بنوایا (۱۱۴) اور سید کی خدمت میں نعمات فراوان بھیجوائیں۔ یہ تھا اس جلیل القدر خاندان کا مختصر تذکرہ۔

## [اس خاندان کی سیادت پر علماء کی تصدیقات وتوثیقات]

اس بیت جلیل کی سیادت پر ان تصدیقات وتوثیقات کے علاوہ جن کا ذکر ہم نے " عبد صالح" میں کیا ہے یہ ہیں:

**تصدیق وتوثیق حضرت شریف العلماء المازندرانی الحائری اعلی اللہ مقامہ وغیر (۱۱۵) -**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھو العلیم الخبیر ثبت عندی سیادۃ سادات الموسویۃ الاردبیلیۃ فی الکشمیر بدلایل الشرعیۃ و براھین القطعیۃ من قبیل الشھرۃ الدائمۃ و الاستفاضۃ الیقینیۃ و بتوثیقات العلماء و المؤمنین علی شجرتھم و من افاضلھم فی ھذا العصر السید الشریف الناصر لدین الحنیف السید علی بن رضا بن الھادی خلف العالم الشھیر و الفاضل النحریر السید آقا حسین الموسوی الکشمیری و علی المومنین ان یکرموھم و ینصروھم نصرھم اللہ بنصرہ.

الاحقر محمد شریف المازندرانی الحائری

۷ شوال ۱۲۳۸ھ (محل مہر شریف)

**[تصدیق مولی آغا بن عابد الدربندی (م ۱۲۸۵ھ)] (۱۱۶)**

الامر کما وثقہ استاذنا العلام و شیخنا الفھام کاشف الظلام مبین الحلال و الحرام ناصر المسلمین و الاسلام شریف العلماء العظام رفع لہ المقام فی دار السلام. و انا من الشاھدین

ابن عابد الدربندی. ۱۲۴۳ھ (محل مہر شریف)

# [اجازت علمائے کرام بہ مؤلف کحل الجواہر علامہ جلیل سید علی ابن رضا موسوی]

جو اجازات ہم نے اپنی کتاب عبد صالح میں ذکر کئے ہیں۔ یہ اُن کے علاوہ ہیں جو جدیداً علمائے عظام اور فقہائے کرام کی طرف سے موصول ہوئے ہیں۔

اجازہ حضرت سرکار عرش وقار شریعت افتخار حجۃ الاسلام و المسلمین افقہ الفقہاء الراشدین سید العلماء العاملین سید محمد باقر الموسوی الشفتی الاصفہانی ادام اللہ ظلالہ و زاد اجلالہ (۱۱۷) .

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رافع القدر العلمآء مُفضل مدادھم علی دماء الشھداء و الصلوۃ علی مُحمد سید الانبیاء امام الاذکیآء و آلہ مصابیح الدُّجیٰ بدوام الارض و السماء و بعد جناب مستطاب عمدۃ الانجابت سلالۃ السادات العظام عز المسلمین و الاسلام العالم الجلیل و الفاضل الکامل النبیل مصباح التقی آقا السید علی بن رضا الموسوی الکشمیری ادام اللہ ظلال وجودہ الشریف از این جانب مجاز و مأذونند در تصرف در عامہ امور حسبیہ از قبیل اخذ مظالم و زکوٰت و صرف آنہا بر مستحقین و حفظ اموال یتامی و مجھول المالک و امثال ذلک از اموری کہ صحتہ کمالاً منوط است باذن حاکم شرع مجتہد جامع الشرایط و ھکذا از سہم امام علیہ السلام و عجل اللہ فرجہ مأذونند کہ فی کل عام تا مقدار چھل تومان برای خود تصرف نمایند کما ھو مسطور فی السابق و

علی المومنین ان یغتنموا وجوده الشریف ادام الله بقائه و السلام علی اخواننا الذین نصروا الاسلام و المسلمین و اعانوا العلماء و المجتهدین .

الاحقر محمد باقر الموسوی الشفتی الاصفهانی

اا ج ۲ـ ۱۲۴۵ ہجری ( محل مہر شریف )

**اجازہ سرکار شیخ الاسلام و رئیس الفقہاء العظام سید المجتہدین الاعلام خلاصۃ السادات جامع الکمالات آقا السید محمد الرضوی دام ظلہ العالی (۱۱۸)**

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی أنشأ الوجود من العدم و خلق الموت و القلم علّم الانسان ما لم یعلم و الصلوة علی سید العرب و العجم و آله مصابیح الظّلم و بعد فلا یخفی علی المؤمنین المتدینین المتشرعین من اهل الکشمیر و ما و الیها اصلحهم الله ان السید السند الاوحد و العالم الاورع الازهد و المولی الممجد سید الاتقیا السید علی الموسوی الصفوی الکشمیری الشهیر بابن رضا صرف بُرهَةً من عمره الشریف فی حضرت العلماء و حضر مجلسی ایضاً حتی صار بحمد الله من العلمآء الربانین کثر الله امثالهم و مد ظلالهم فهو مأذون منی لأخذ الوجوه التی هی من مناصب الحکّام الشرع الاطهر لا زالو بالخیر و الظفر من قبیل الکفالة و حفاظة القاصرین و حفظ اموالهم و اخذ الزکوٰت و الصدقات و صرفها فی موارد الشرعیة و هکذا مأذون فی اخذ سهم الامام علیه آبائه الطاهرین افضل السلام و صرف الثلث منه لنفسه و ارسال الباقی الینا و له ان یروی کلما صحت روایة عندی من الکتب الاربعة التی علیها مدار مذهبنا و اوصیه و نفسی

بتقوی الله وعصمنا الله اياه من اللزلل و الخطاء و السّلام على من اتبع الهُدی و خالف الهوىٰ و حفظ نفسه عن الهلكة و الروی فان الجنة هی الماویٰ و لا حول و لا قوة الا بالله العلی العظیم.

الاحقر العاصی محمد بن معصوم الرضوی المدعوبابن قصیر

۱۴رجب المرجب ۱۲۴۵ هجری (محل مہر شریف)

# صورت شجرۃ المبارکۃ (۱۱۹)

الی ابراھیم موسی بن جعفر- علیھما و آبائھما السلام- ابنہ حمزۃ ابنہ قاسم ابنہ محمد ابنہ احمد ابنہ محمد ابنہ اسماعیل ابنہ محمد ابنہ جعفر ابنہ مجد الدین ابراھیم ابنہ محمد ابنہ تاج الدین حسن ابنہ شرف شاہ ابنہ فیروز شاہ زرین کلاہ ابنہ عوض الخواص ابنہ محمد ابنہ صلاح الدین الرشید ابنہ قطب الدین ابنہ محمد صالح ابنہ امین الدین جبرئیل- رحمۃ اللہ علیھم-۔
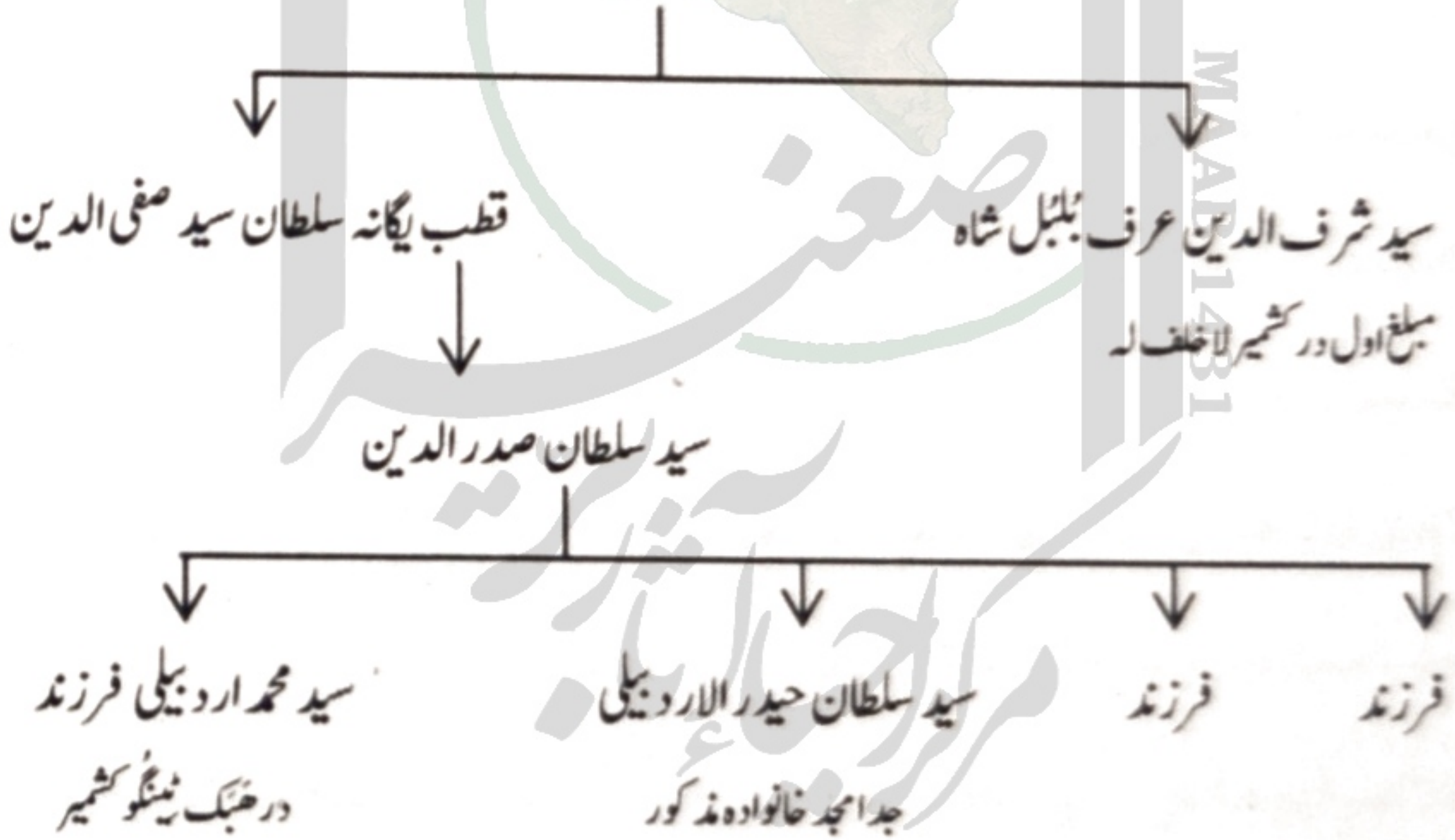
باقی مفصل شجرہ عبد صالح میں مذکور ہے۔

۱. لفظ سید کو ہم نے حذف کر دیا ہے۔[مؤلف]

یہ میرے فرزند معنوی الفاضل اللوذعی ملا محمد صادق علی حفظہ اللہ بلطفہ الخفی والجلی نے لکھا ہے

بسم اللہ ھو الغنی لاریب ان السادات الموسویۃ الصفویۃ الاردبیلیۃ فی الکشمیر ھم من اعاظم السّادات و افاخم الاشراف و ھم مشھورون بالسیادۃ و التّشیعُ من اوّل ورودھم الی بلد الکشمیر الی زماننا ھذا و منھم استاذی المعظم و مُؤَدّبی المفخم ذو الورع و التُّقی صاحب الفضل و النُّھی آقا السید علی بن رضا منّ اللہ علینا ببقآء وجودہ بلطفہ و جودہ ۔

الاحقر محمد صادق الانصاری عفی عنہ (۱۲۰)

ہم نے اس رسالہ کو ۱۵ جمادی الثانی ۱۲۶۴ ھجری نبوی کو تمام کیا۔

# شجرہ نسب سادات موسوی

ملا حیدر علی انصاری ( م ۱۳۳۳ھ ) (۱۲۱) نے اپنی کتاب فصل الخطاب فی جواب سوال مشاکیک الانساب جز ۲ ص ۸۔۱۱پر اس خاندان کا شجرہ نسب ترتیب دیا ہے اور آخر میں کچھ علماء کی تصدیقات بھی نقل کی ہیں۔ ہم اس شجرہ کو من وعن مع تصدیقات کے نقل کر رہے ہیں:

ذکر سادات موسویہ کہ از شکوک و شبہات مصون و محفوظند و شجرہ انساب شان موثق است به وثائق علماء اعلام و مشاہیر انام کہ تحریر نقولشان انسب است در این مقام۔ لتائید المرام

حضرت امام موسی کاظم علیہ وآبائہ وابنائہ السلام ← جناب حمزہ ← جناب سید قاسم
↓
سید اسمٰعیل ← سید ناصر الدین ← سید احمد الاعرابی ← سید محمد
↓
سید محمد ← سید جعفر ← سید ابراہیم ← سید محمد ← سید حسن ← سید محمد
↓
سید عوض الخاص ← سید فیروز ← سید نور الدین ← سید شرف شاہ
↓
سید محمد الحافظ ← سید صلاح الدین ← سید قطب الدین ← سید محمد صالح
↓
سید صدر الدین موسی ← سید صفی الدین ← سید امین الدین جبرئیل
↓ ↓
سید شرف الدین بلبل شاہ
اول مبلغی که به کشمیر آمده
و در بلبل لنگر مدفون شد

میر سلطان سید حیدر قلندر

اول کسی که به کشمیر آمده و شجره او زائد از نود علماء و سادات و مومنین مصدقه است و مدفون است در نمچه بل

میر سلطان سید حیدر قلندر
سید محمد جبل العاملی شهید
در نمچه بل مدفون
سید فیروز ڈر شهید
ڈربل
سید جعفر بمنه
سید محمد صابر
درهبری لاسی پوره
سید عبد الغنی شهید
سید عبد الله
سید مراد
سید علی
سید اسد الله
سید میرزا
سید مرتضی
سید سلیمان
اولاد این بزرگواران در پتلی پوره پائین چهچه
بل (چته بل) و لاهور پنجاب آبادان و شادانند
میر سید حسین الشهید
همراه برادرش سید حسن به ظلم
حیدر دوغلت مدفون به سرای
دانگر پوره پرگنه سائر المواضع
سید حسن الشهید
همراه بابا دانیال بر
کریوه رکه عشم مقتول
سید نوروز
سید عبد الهادی
در هنگام تحقیق نواب ابراهیم خان از
سادات موسویه کسی غیر از این سید
المذکور سیادت خانواده خود اثبات نه
سید یحییٰ
سید احمد
سید جعفر
اولادی وی در میر
بحری و سوره تینگ
،نگه ـ ستان مـوحـدند
سید حسین جواهر فروش
اولاد و نسل وی در
باغبانپوره
سید حسین

سید حسین
سید کاظم
سید امیر الدین
سید مہدی
سید ہادی
سید بزرگ
سید حسین
سید صفدر
سید عباس
سید کاظم
سید صفدر
سید مرتضی
سید حسن
درتاراج شیعه ازدولت
آباد به شهر کلکته
رفته اولاد وی در آن
دیار و بلدهٔ لکهنو
اولاد وی در کانتربگو
سید بزرگ
سید عبدالله
سید احمد
سید حکیم شاہی
سہ فرزند
سید مصطفی
سید قاسم
سید باقر ہمدرس نواب
سید رسول
سید احمد
سید رضا
سید عسکری
سید جعفر
سید مرزا
سید معلی
سید علی
سید محمد
سید احمد
سید حسن
اعقاب اولاد وی
در کوته هار برنگند
اعقاب و اخلاف
وی در دولت
آباد سوره نینگ
رنگه پرستان آباد
در تبت بلتستان
مفقود الخبر
اولاد وی در
یوسر و نواحی
شهر اند

## نقول توثیقات و تصدیقات الشجرة المذکور انفاً من العلماء الاعلام

## و الفقهاء الکرام ابقاهم الله الملک العلام

۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم: السیادة نسب خاص لایثبت الا بما یثبت به النسب من البینة العادلة و الاستفاضة القطعیة المستمرة اباً عن جد و محض الادعاء لا یثمر و لا یثبت النسب و لقد ثبت عندی ان السید الجلیل من نسل الخلیل و زمرۂ اسمعیل السید سلطان حیدر الاول المعروف بقلندر کان من السادات المشهورین بالسیادة و النسبه ینهی الی الامام الھمام و البدر التام ابی ابراھیم موسی بن جعفر الکاظم علیه و علی ابائه و ابنائه السلام ثم الله اعلم بحقائق الامور و دقائق الاحکام۔

و انا اقل الجانی و الاسیر الفانی زین العابدین المازندرانی (۱۲۲)

[سجع مہر:] زین العابدین عبده الراجی

۲۔ بسمه تعالی: بلغنی شهادة جماعة من المؤمنین علی انّ السید حیدر القلندر کان من السادات المشهورین بالسیادة و کذا اولاده --- و اذنت المومنین باعطاهم الخمس سهم السادات و الله العالم

الاحقر الجانی حسین اردکانی عفی عنه (۱۲۳)

[سجع مہر:] محمد حسین

۳۔ التحقیق عندی ان ھذا السید اعنی حیدر بن صدر الدین معروف بالسیادۃ و لذا من ثبت انتسابه الیه و کان ھو من ذریة سیدنا الکاظم و من اولاد صدر الدین الموسوی الاردبیلی

العاصی محمد ھادی بن شمس الدین الشعرانی (۱۲۴)

[سجع مهر:] [محمد هادی النسابة]

۴۔ بسمه سبحانه و له الحمد فی الاولی و الاخرة و ھو اللطیف الخبیر فان السید الاجل الاکمل السید سلطان حیدر الکشمیری مشھور و معروف بالسیادۃ کما شھد بذلک جماعة من المومنین و الله العالم بخفیات الامور

[سجع مهر:] محمد ایروانی (۱۲۵)

۵۔ والله علی۔۔۔۔[1]نقول

احمد بن حسین اصبھانی (۱۲۶)

[سجع مهر:] [عبده احمد]

۶۔ و انا من الشاھدین علی ذلک

الاحقر ھبة الله بن لطف الله الطھرانی (۱۲۷)



---

[1]۔ ہم نے جگہ اس لئے چھوڑی ہے کیونکہ اصل کتاب میں یہ عبارت ناخوانا ہے۔

[سجع مہر:] [ھبۃ اللہ]

۷۔ و انا من الشاھدین

[سجع مہر:] محمد بن طعمہ الموسوی غفرھما اللہ العلی الوفی الولی (۱۲۸)

۸۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ لقد ثبت عندی بالبینۃ الشرعیۃ ان السید سلطان حیدر القلندر کان من اجلۃ السادات العظام و قدوۃ الفقھاء الکرام رفع لھم المقام فی دار السلام و اولادہ ایضاً من اعاظم السادات مبرؤن من الشکوک و الشبھات و السلام خیر ختام

الاحقر محمد جواد عفی عنہ ۷ ج ا ۱۲۷۰ھ (۱۲۹)

( عم مبرور و مغفور جامع السطور ) (۱۳۰)

۹ ۔ الامر کما حُرِّر و سُطِر و وُثِق

الاحقر محمد صادق غفر اللہ لہ ۱۳ رجب ۱۲۸۸ھ (۱۳۱)

۱۰ ۔ بسمہ تبارک و تعالی فلا یخفی علی المومنین ان السید حیدر اعلی اللہ مقامہ المدفون فی نمچہ بل کان من سادات العظام و ناصری الاسلام و النسبہ مزین بمواھیر حجج الاسلام و خواتیم مشاھیر الانام ثم العلم التام عند الملک العلام و عند حجج الکرام صلوات اللہ علیھم الی یوم القیام و ھکذا اولادہ من اعز طوائف السادات و السلام التام

الاحقر مھدی الموسوی النجفی ۱۳۰۶ھ (۱۳۲)

۱۱۔ لا ریب فی ذلک ان ذلک کذلک و انا من الشهود علی ذلک (۱۳۳)

حیدر بن مصطفی ۱۳۲۲ھ (۱۳۴)

۱۲۔ هو العالم سیادة السادات الموسویة فی پتلی پوره و من یتعلق بهم ثابتة بشرائط الشرعیة و دلائل الحتمیة و انا علی ذلک من الشهود

احقر علی الحائری عفی عنہ (۱۳۵)

۱۳۔ بسمه تعالی وجدت الشجرة مطابقة للاصل و مصدقة بتصدیقات العلماء و المومنین لاسیما بتصدیق الاعلم الاورع الاتقی والدی العلام اعلی الله مقامه فی دار السلام

العاصی محمد بن مهدی الموسوی الکشمیری عفی عنهما ۱۳۴۱ھ (۱۳۶)

# تعلیقات

۱۔ محمد صادق انصاری صحیح ہے نہ کہ صادق علی جیسا کہ خود موصوف نے کحل الجواہر کے آخر میں شہادت کے بعد اپنا اسم گرامی یوں تحریر فرمایا ہے : " الاحقر محمد صادق الانصاری عفی عنہ " ۔آپ کا تعلق سرینگر کے مشہور دینی اور علمی خاندان سے ہے۔آپ سرینگر میں پیدا ہوئے اور اپنے والد محترم ملا فضل علی انصاری ( م ۱۲۶۳ھ ) اور صاحب کحل الجواہر مولانا سید علی سے کسب فیض کیا اور مزید تعلیم کے لئے عتبات عالیات تشریف لے گئے اور علوم اسلامی حاصل کرنے کے بعد کشمیر واپس آئے۔آپ کو عربی زبان اور ادب پر پوری گرفت تھی۔ ۱۲۹۲ھ یا ۱۲۹۶ھ میں انتقال ہوا اور اپنے آبائی مقبرہ بابا مزار جڈ بل (سرینگر) میں دفن ہوئے۔آپ کی تالیف " السیف المنتفی علی معاندی المرتضیٰ " ریسرچ لائبریری سرینگر شمارہ ۱۴۴۱ میں موجود ہے ( دانشنامہ شیعیان کشمیر ج ۱ ص ۲۱۶ ) ۔

۲۔ کشمیر اور بیرون کشمیر میں موجود قلمی مشجرات میں میر سید سلطان حیدر ہی لکھا گیا ہے اس کے علاوہ اہم ترین اور منابع اولیہ جیسے السادۃ فی السیادۃ السادۃ ص ۲۱۱، فصل الخطاب جزء ۲ ص ۱۹ اور المشجر الوافی ج ۳ ص ۱۴ پر بھی یہی نام ملتا ہے صرف بعض جگہوں پر اسم کے ساتھ لقب " قلندر " کا بھی اضافہ ہے۔اسی طرح میر سید سلطان حیدر الاول بھی بعض منابع میں مذکور ہے۔ان کے اسم گرامی کے ساتھ لفظ " الاول " کا موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس خاندان میں سلطان حیدر نام کے دو اشخاص گزرے ہیں اور یہی درست بھی ہے۔دوسرے سلطان حیدر کے بارے میں کتابوں میں تفصیل سے حالات موجود ہیں کیونکہ پادشاہان صفویہ ان ہی کی نسل سے تھے۔ان کے والد کا نام شیخ جنید تھا اور ان کی والدہ والی دیار بکر حسن پاشا کی بہن خدیجہ بیگم تھیں۔وہ روز پنجشنبہ ۲۰ رجب ۸۹۳ھ کو شہید ہوئے ( سلسلۃ النسب صفویہ ص ۶۷ـ۶۸ ) لیکن کشمیر میں سادات موسویہ کے جد امجد سید سلطان حیدر قلندر الاول کے متعلق کوئی خاص معلومات دستیاب نہیں ہیں کیونکہ

جس زمانے کے وہ تھے اس وقت صفویوں کا خاندان معنویت میں مشہور تھا۔جب وہ سیاست میں داخل ہو گئے تب مورخین اور اہل قلم کی مزید توجہ ان کی طرف مبذول ہو گئی اور ان پر مستقل کتابیں لکھی گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت اخلاف کی نسبت اسلاف کے بارے میں ہمارے پاس بہت کم معلومات ہیں اور پھر سید سلطان حیدر قلندر کا کشمیر ہجرت کرنے سے ان کا اپنے خاندان سے رابطہ منقطع ہو گیا کیونکہ وہ زمانہ ہمارے زمانے سے بالکل مختلف تھا۔ پھر ایسی صورت میں کیونکر توقع کی جاسکتی ہے کہ اس دیار کے آنے والے مورخین ایک ایسے شخص کا ذکر کریں جس کا نام ونشان بھی اپنے اصلی وطن میں نہ پایا جائے۔ لیکن اس سے سید سلطان حیدر کی شخصیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نہ معلوم آقا سید انیس کاظمی صاحب نے کس بنیاد پر اپنی کتاب گلستان زہرا ص ۱۵ پر ان کا نام سید سلطان حیدر قلندر سے بدل کر شہاب الدین حیدر محمود لکھا اور پھر اپنی دوسری کتاب چاند میری زمین ص ۱۱۵ پر شہاب الدین حیدر تحریر فرمایا۔سب سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ انہوں نے اسی گلستان زہرا ص ۱۶ پر لکھا ہے کہ شاہ صفی الدین اردبیلی کی اولاد کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ سلطان شہاب الدین حیدر ۷۶۶ ہجری میں کشمیر آئے۔ ان کے ایک فرزند سید محمد جبل العاملی تھے اور ان کے بھی ایک فرزند سید عبدالغنی تھے۔ اسی طرح سید سلطان جنید مقتول کے بیٹے سید سلطان قلندر تھے جو میر حیدر الاول کے نام سے مشہور ہو گئے اور ان کے ایک فرزند سید محمد عالمی تھے اور ان کے بھی ایک فرزند سید عبدالغنی تھے جو نمچہ بل سادٔ صابٔن میں دفن ہیں۔ اور خود میر سلطان قلندر عرف میر حیدر اول حیدر پورہ میں اپنی اہلیہ کے ساتھ دفن ہیں۔ اسی وجہ سے ان کے حالات آپس میں مخلوط ہو گئے اور وقائع نگاروں اور شجرہ لکھنے والوں نے شہاب الدین حیدر کو کشمیر میں سادات موسویہ اردبیلیہ کا جد لکھا ہے اور کچھ نے سلطان حیدر قلندر کو کشمیر میں صاحب اولاد لکھا ہے ۔ بے شک تیلی پورہ کے سادات

موسویہ کے جد سید سلطان قلندر ہیں۔ سیادۃ السادۃ اور دیگر مشجرات میں اس قول کو صحیح مانا گیا ہے۔ لیکن کحل الجواہر، فصل الخطاب اور بعض دیگر مشجرات قلمی میں جن پر آیات عظام مازندرانی، فاضل اردکانی، باقر شفقتی، ابن عابد دربندی، محمد جواد انصاری، حیدر علی انصاری، سید مہدی موسوی اور شیخ علی اصغر کی تصدیقات موجود ہیں ان میں سید سلطان شہاب الدین حیدر کو اس خاندان کا جد کہا گیا ہے اور قابل ذکر ہے کہ بعض مشجرات میں جمال الدین حیدر اور بعض میں طیب وطاہر بھی لکھا گیا ہے (گلستان زہرا ص ۱۶)۔

مگران کی یہ بات حسب ذیل دلائل کی بنا پر غلط ہے۔

اول: کسی بھی کتاب یا شجرے میں صفی الدین اردبیلی کے اس پوتے کا نام جو ۷۶۶ھ میں کشمیر آئے شہاب الدین حیدر نہیں لکھا گیا ہے بلکہ انہیں اسی نام یعنی سید سلطان حیدر قلندر کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

دوم: سید سلطان قلندر میر حیدر اول کے نام سے کبھی معروف نہ ہوئے۔ ان کے بارے میں اولین منبع کحل الجواہر ہے اور ان سے متعلق اس میں صرف اس قدر ملتا ہے کہ میر سید سلطان حیدر کے تقریباً ایک سو سال بعد شیخ سلطان قلندر بن شیخ الصدر کشمیر آئے جو میر سلطان حیدر کے رشتہ دار اور میر شمس الدین عراقی کے بھتیجے تھے۔ اسی جگہ (یعنی حیدر پورہ) میں دفن ہوئے۔ (کحل الجواہر ص ۴)

معلوم نہیں انیس کاظمی صاحب کو کہاں سے یہ واقعہ معلوم ہوا کہ سید سلطان قلندر حیدر الاول کے نام سے معروف ہوئے۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر ان تمام تصدیقات میں جن میں میر حیدر الاول کے اولاد کی سیادت کی تصدیق کی گئی ہے۔ سید سلطان قلندر کی اولاد تھی کیا؟ اور کیا آج پھر سادات تلی پورہ بھی ان ہی کی اولاد ہیں؟ اس سے تعجب آور یہ کہ

انہوں نے اس سید سلطان قلندر کو سلطان جنید کا بیٹا لکھ دیا جب کہ صاحب کحل الجواہر نے واضح طور پر ان کی ولدیت شیخ الصدر نقل کیا ہے۔ وہ صرف اس لئے کیونکہ صاحب کحل الجواہر نے انہیں میر عراقی کا بھتیجا لکھا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ صاحب کحل الجواہر سے اشتباہ ہو گیا ہو۔ لیکن آپ نے بلا تفحص انہیں سلطان جنید کا بیٹا بنا دیا۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ سلطان جنید کے دو بیٹے تھے ایک سلطان حیدر اور دوسرے خواجہ محمد اور یہ سلطان حیدر پادشاہان صفویہ کے جد ہیں جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ ان کے ایک فرزند شاہ اسماعیل بہادر خان تھے ( سلسلۃ النسب صفویہ ص ۶۷۔ ۶۸ ) ۔ پھر آپ نے ان کا ایک فرزند سید محمد عاملی بھی لکھ دیا اور اس کے عاملی ہونے کی یہ وجہ بتائی ہے کہ ان کی والدہ آمل پورہ سے تھیں اور پھر ان کا ایک فرزند پیدا کیا جس کا نام سید عبد الغنی تھا اور ان کا مدفن نمچہ بل سأدٔ صائبٔن تعیین کر لیا۔ یہ ساری معلومات کہاں سے آپ کو حاصل ہوئیں جب کہ ان اشخاص کا کوئی وجود خارجی بھی نہیں ہے!

سوم : السادۃ فی السیادۃ السادۃ ص ۲۱۱ کی طرح کحل الجواہر ص ۳، فصل الخطاب جزء ۲ ص ۹ اور ان تمام علماء و مجتہدین جن کے نام سید انیس کاظمی نے گنوائے ہیں۔ سب کے سب بلاشک وشبہہ سید سلطان حیدر قلندر کو سادات موسویہ کا جد بتلاتے ہیں نہ کہ شہاب الدین حیدر کو۔ ہم نے ملحقات میں ان تمام علماء کی تصدیقات کو نقل کیا ہے۔ اور مضحکہ خیز تو یہ ہے کہ انہوں نے خود اسی کتاب گلستان زہرا ص ۳۱۔ ۳۲ تک ان تصدیقات کو نقل کیا ہے۔ لیکن ان میں سے کسی ایک شخص نے بھی شہاب الدین حیدر نہیں لکھا ہے۔ لگتا ہے انہیں دیکھنے میں تسامح ہوا ہے۔

چہارم : کسی بھی شجرے میں سید سلطان حیدر قلندر کو نہ جمال الدین حیدر ہی لکھا گیا ہے اور نہ ہی طیب وطاہر۔ یہ آپ کا اشتباہ ہے کہ آپ نے مرحوم علامہ سید فاضل موسوی

خلخالی زادہ کی کتاب الشجرة الطیبہ ج ۲ ص ۵ پر مذکور شجرے میں سلطان صدر الدین موسیٰ کے فرزندوں جمال الدین محمد، طیب اور طاہر وغیرہ کو سلطان حیدر پر حمل کیا ہے۔ موصوف نے واضح طور پر ان کے نام جدا جدا لکھے ہیں اگر یہ تمام القاب ایک ہی شخص کے ہوتے تو وہ ضرور اسی بات کو لکھتے نہ یہ کہ ان تمام اسما کو الگ الگ تحریر کر کے مختلف فرزندوں کی نشاندہی کرواتے۔ وہ اتنے پڑھے لکھے تھے کہ واضح چیزوں میں تمیز کر سکے۔

۳۔ مؤلف نے اس رسالہ کے آخر میں ایک مختصر شجرہ ترتیب دیا ہے۔ ان کے بقول مفصل شجرہ عبد صالح میں موجود ہے۔ لیکن بد قسمتی سے اس کتاب تک ہماری دسترسی نہ ہو سکی۔ اس لئے ہم نے آخر میں ملحقات میں آیت اللہ ملا حیدر علی انصاری ( م ۱۳۳۳ھ ) کی کتاب فصل الخطاب سے اس خاندان کا نسب نامہ نقل کیا ہے۔

۴۔ ۷۶۶ھ سے پہلے جن حضرات نے اپنے قدموں سے کشمیر کو رونق بخشی ان میں میر سید علی ہمدانی کے چچازاد بھائی میر سید تاج الدین حسینی ہمدانی اور ان کے فرزند ارجمند میر سید حسن بہادر اور سید مسعود تھے ( تاریخ حسن ج ۳ ص ۹۰۷ ) یہ جو مؤلف نے لکھا ہے کہ میر سید سلطان حیدر ۷۶۶ھ میں سید شرف الدین موسوی کے بعد کشمیر آئے۔ اگر اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ موسوی خاندان سے دوسرے مبلغ کی حیثیت سے تشریف لائے تو صحیح ہے لیکن اگر ان کا یہ مقصد ہے کہ وہ دوسرے مبلغ تھے جو وارد کشمیر ہوئے تو یہ سراسر غلط ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ میر سید تاج الدین کے ہمراہ ہی کشمیر آئے ہوں اور چونکہ وہ جلد ہی واپس حج کے لئے تشریف لے گئے تھے شاید اسی لئے مورخین نے اس گروہ میں ان کا نام درج نہیں کیا۔ واللہ اعلم

۵۔ سید شرف الدین موسوی جو کشمیر میں بلبل شاہ کے نام سے معروف ہوئے۔ رینچن شاہ کے عہد حکومت میں وسط ایشیا سے وارد کشمیر ہوئے۔ رینچن جو ظاہری طور پر بدھ مت کا پیروکار تھا اس نے سید شرف الدین کے ہاتھوں اسلام قبول کیا اور صدر الدین کے نام سے موسوم ہوا۔ سلطان نے کشمیر کی سرزمین پر پہلی مسجد عالی کدل کے نزدیک تعمیر کی جو اب بھی رینٹن مسجد کے نام سے مشہور ہے اور اپنے محسن سید شرف الدین کے لئے دریائے جہلم کے کنارے ایک خانقاہ بھی تعمیر کروائی اور اس جگہ کا نام بعد میں سید شرف الدین کے لقب بلبل شاہ پر بلبل لنکر پڑا۔ سید کا انتقال ۷ رجب ۷۲۷ھ کو کشمیر میں ہی ہوا اور وہ اپنی خانقاہ کے قریب سپرد خاک ہوئے۔ آپ کے مزار کی آج بھی زیارت کی جاتی ہے۔ حکومت جموں و کشمیر نے اس مزار کو دوبارہ حال ہی میں تعمیر کروایا ہے۔ (مختصر تاریخ کشمیر ص ۱۱۲، واقعات کشمیر ص ۷۷، الشجرۃ الطیبۃ ج ۲ ص ۵، نزہۃ الخواطر ج ۲ ص ۴۹، تاریخ حسن ج ۲ ص ۴۔۷، فصل الخطاب جزء ۲ ص ۹، دانشنامہ شیعیان کشمیر ج ا ص ۱۴۱۔۴۲)

۶۔ سید علی حسینی ہمدانی محتاج تعارف نہیں ہیں پھر بھی ہم چند سطور میں ان کے مختصر حالات پیش کر رہے ہیں۔ آپ سادات حسینی کے چشم و چراغ تھے اور آپ کے والد سید شہاب الدین حسینی شہر ہمدان میں حکومت کے کسی اہم منصب پر فائز تھے۔ آپ کی ولادت ۷۱۴ھ میں ہوئی اور تعلیم حاصل کر کے بہت بلند مقام پایا۔ تمام زندگی تبلیغ اسلام کرتے گزاری۔ ۷۸۵ھ میں کشمیر آئے اور یہاں ہزاروں لوگوں کو مسلمان بنایا۔ اگرچہ اس سے پہلے ہی آپ ایک عظیم تبلیغی برنامے کے تحت اپنے خاندان کے جید علماء اور دیگر رفقاء کو کشمیر بھیج چکے تھے جنھوں نے آپ کے لئے تبلیغ کی زمین ہموار کی تھی۔ آپ ۷۸۶ھ میں انتقال کیا اور آپ کا مزار کولاب ختلان میں زیارتگاہ خاص و عام بنا ہوا ہے۔ تقریباً ستر کتابیں آپ کی

یادگار ہیں ( دانشنامہ شیعیان کشمیر ج ۱ ص ۴۹ ۔ ۵۶ ، خلاصۃ المناقب ص ۲۳ ، تاریخ حسن ج ۳ ص ۱۱ ۔ ۱۸ ، اعیان الشیعہ ج ۷ ص ۳۱۰ ، مطلع الانوار ص ۳۲۷ ۔ ۳۲۹ ، فہرس التراث ج ۱ ص ۷۴۰ )

۷۔ ان کے حالات فراہم نہ ہو سکے۔

۸۔ سید سلطان صدر الدین موسوی عید فطر کے روز ۷۰۴ھ کو پیدا ہوئے۔ وہ اپنے والد شیخ صفی الدین اردبیلی کی وفات ۷۳۵ھ میں اکتیس سال کے تھے۔ اور والد کے انتقال کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ انسٹھ سال تبلیغ اور اپنے مریدوں کی ہدایت میں مشغول رہے اور اپنے والد کی قبر پر ایک شان دار روضہ تعمیر کروایا۔ آپ کا انتقال ۷۹۴ھ میں ہوا اور اپنے والد کے بقعہ میں دفن ہوئے ( سلسلہ النسب صفویہ ص ۳۹ ۔ ۴۰ ، صفویہ از ظہور تازوال ص ۲۶ )

۹۔ آپ کا پورا نام جمال الدین حسن بن یوسف بن زین الدین بن مطہر حلی ہے اور علامہ حلی کے نام سے معروف ہیں۔ آپ شب جمعہ ۲۷ ماہ رمضان ۶۴۸ھ کو پیدا ہوئے اور شنبہ رات میں ۲۱ محرم ۷۲۶ھ کو وفات پا گئے ( فہرس التراث ج ۱ ص ۷۰۴ ) اگر سید حیدر کو ان کا شاگرد تسلیم کر لیا جائے تو یقیناً علامہ حلی کی وفات سے پہلے ان کا سن کم از کم بارہ یا تیرہ سال کا ہونا چاہیے تاکہ علامہ کی شاگردی اختیار کرنے لائق کہلاتے۔ بالفرض اگر ہم یہ مان لیں کہ ۷۱۴ھ میں وہ علامہ کے حلقہ تلامذہ میں آ گئے تھے تو اس حساب سے ۷۰۲ھ کے قریب میر سید حیدر کا سال ولادت برآمد ہوتا ہے۔ جبکہ ان کے والد شیخ صدر الدین خود ۷۰۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۹۴ھ میں انتقال کر گئے ( سلسلۃ النسب صفویہ ص ۳۹ / صفویہ از ظہور تا زوال ص ۲۶ ) اور یہ محال ہے۔

۱۰۔ مؤلف سے پہلے اس نقطہ کی طرف کسی بھی مورخ یا نسابہ نے توجہ نہیں دلائی ہے یہ پہلی دفعہ ہے کہ صاحب کحل الجواہر اس بات کا انکشاف کر رہے ہیں۔ انیس کاظمی صاحب نے تین مدارک پیش لفظ اوراد فتحیہ مولوی محمد ابراہیم، اولیاء کشمیر مولوی علیم اللہ سہارنپوری اور نزہۃ الخواطر ج ۲ حکیم عبد الحیٔ حسنی سے نقل کیا ہے کہ میر سید حیدر میر ہمدانی کے داماد اور خواہر زادے تھے ( چاند میری زمین ص ۱۱۶ ) پہلے دو مدارک تو ہمیں نہ مل سکے لیکن نزہۃ الخواطر ج ۲ ص ۱۷۸۔۱۷۹ میں جہاں عبد الحیٔ حسنی نے میر سید علی ہمدانی کے حالات لکھے ہیں وہاں ہمیں ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی جسے انیس کاظمی صاحب نے نقل کیا ہیں۔

۱۱۔ سید احمد حسینی اندرابی بقول بعض مورخین میر سید علی ہمدانی کے بھانجے تھے جیسا کہ مولف نے بھی لکھا ہے۔ آپ کا نسب سید مسلم اندرابی سے ہوتے ہوئے امام موسی کاظم علیہ السلام تک پہنچتا ہے سید مسلم سرزمین حجاز کے باشندے تھے لیکن حجاز کو خیر باد کہہ کے اندراب کا رخ کیا اور وہاں سکونت اختیار کر لی۔ میر سید احمد کا سلسلہ نسب یوں بیان کیا گیا ہے : السید احمد بن شمس الدین بن شرف الدین محمود بن جلال الدین الثانی بن عبد المطلب بن جلال الدین بن ابراہیم بن ابو الحارث بن ابو القاسم بن حسن بن مسلم بن ابو علی بن محمد بن السید اکبر الثانی بن السید عبد اللہ الثالث بن السید علی الاکبر بن السید عبد اللہ الثانی بن السید ابو الحسن علی ابن السید عبد اللہ بن حسین اصغر بن الامام موسی الکاظم علیہ السلام۔ البتہ یہ نسب نامہ بعض وجوہات کی بنا پر صحیح نہیں ہے۔ اس کا مفصل ذکر ہم تاریخ سادات کشمیر میں کریں گے۔ خیر میر احمد اندرابی ۷۸۵ھ میں سلطان قطب الدین کے عہد میں میر سید علی ہمدانی کے ساتھ کشمیر تشریف لائے۔ سلطان سکندر نے انہیں اہل علم و فضل پایا

اور ملارٹہ ( سرینگر ) میں ایک خانقاہ ان کے لئے تعمیر کروائی اور اس کے اخراجات کے لئے چند گاؤں وقف کئے۔ آپ کا انتقال ۸۰۴ھ میں ہوا اور سلطان سکندر کے امر سے آپ کو مزار سلاطین میں دفن کیا گیا ( تاریخ اقوام کشمیر ج ا ص ۱۴۰، شباب کشمیر ص ۲۲۳ )

۱۲۔ میر سید علی ہمدانی صرف ایک دفعہ ۷۸۵ھ میں علماء اور صلحاء کو لے کر وارد کشمیر ہوئے جیسا کہ متقدمین کا اس بات پر اتفاق ہے۔ اسی دفعہ دوسری مرتبہ میر سید حیدر بھی اپنے ماموں میر سید علی ہمدانی کے ساتھ تشریف لائے ہوں گے۔

۱۳۔ یہ کتاب ناپید ہے۔

۱۴۔ معجم البلدان ج ا ص ۲۳۱

۱۵۔ نفحۃ العرفان اہل تصوف کے رد میں میر حیدر کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔ پھر ان کی اولاد میں سے سید عبد اللہ نے اس کی شرح لکھی اور صاحب کحل الجواہر نے اس شرح کی شرح لکھی۔ پوری کوشش کے باوجود یہ تینوں کتابیں ہمارے ہاتھ نہ آئیں۔ ورنہ تفصیل سے اس پر گفتگو کی جاتی۔ حالانکہ ہمیں مؤلف کے اس بیان سے تشویش ہے کہ ایک طرف تو خود انہوں نے میر حیدر اور ان کی اولاد کو کبروی اور نور بخشی سلسلہ سے منسلک کیا ہے مگر دوسری طرف میر حیدر کا صوفیوں کے رد میں کتاب لکھنا اور پھر اس کی شرحیں لکھی جانا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ کشمیر میں اہل تصوف کے یہاں بھی مختلف فرقے پائے جاتے تھے۔

۱۶۔ سلطان سکندر جو بت شکن کے نام سے معروف ہوا سلطان قطب الدین کا فرزند اور جانشین تھا۔ اس نے ۷۹۶ھ میں زمام حکومت اپنے ہاتھوں میں لی اور ۲۵ سال ۹ مہینے چھ روز حکومت کر کے ۸۲۰ ہجری میں انتقال کیا( واقعات کشمیر ص ۷۰۔۷۱ )

۱۷۔ سید حسین کبروی اور سید محمد مشہدی کے حالات پردہ خفا میں ہیں۔ نہ معلوم وہ کب اور کس طرح داخل کشمیر ہوئے۔ البتہ سید محمد مشہدی کے بارے میں یہ احتمال دیا جا سکتا ہے کہ وہ خراسان کے شہر مشہد کے رہنے والے تھے۔ جیسا کہ ان کے لقب " مشہدی " سے گمان ہوتا ہے اور یہ بات قرین عقل بھی ہے۔ کیونکہ اس دور میں علمائے ایران کی ایک بڑی تعداد کشمیر آئی تھی۔

۱۸۔ شیخ سلطان قلندر بن شیخ الصدر سے کون مراد ہیں ؟ کچھ کہا نہیں جا سکتا مولف نے انہیں میر عراقی کا بھتیجا لکھا ہے۔ لیکن مشجرات میں شیخ الصدر نام سے میر عراقی کے کسی برادر کا ذکر نہیں ہوا ہے۔ لیکن صاحب تکمل الجواہر نے دونوں باپ بیٹے کے اصل نام نہیں لکھے بلکہ دونوں کو القاب سے یاد کیا ہے۔ اگر ان کے اسمائے گرامی معلوم ہوتے تو ہم آسانی سے اس بات کا پتہ لگا سکتے تھے کہ وہ میر عراقی کے کس بھائی کے فرزند تھے۔ مگر ہم یہ القاب کسی پر یوں ہی حمل نہیں کر سکتے ہیں۔

۱۹۔ میر سید محمد ہمدانی کی ولادت ۷۷۴ھ میں ہوئی آپ میر سید علی ہمدانی کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ اپنے والد بزرگوار کے تبلیغی مشن کو مزید تقویت دینے کے لئے اپنے احباب واصحاب کے ساتھ ۷۹۶ھ میں کشمیر آئے۔ کشمیر میں اپنے بارہ سالہ قیام کے دوران جگہ جگہ خانقاہیں، مساجد اور مدارس تعمیر کرائے۔ بعد میں ایک حنفی عالم سید محمد حصاری آپ سے کھلے عام مناظرہ کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے آپ نے کشمیر کو خیر باد کہہ کر حجاز کا

رخ کیااور حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ ۱۷ ربیع الاول ۸۵۴ھ کو رحلت فرمائی اور اپنے والد میر سید علی ہمدانی کے روضہ کولاب ( تاجکستان ) میں دفن ہوئے ( تاریخ حسن ج ۳ص ۲۴۔ ۲۶؛ واقعات کشمیر ص ۴۳؛ شاہ ہمدان حیات اور کارنامے ص ۸۰ ۔ ۸۸۔ ۷۰؛ دانشنامہ شیعیان کشمیر ج۱ص ۸۰۔ ۸۳ )

**۲۰۔** سید محمد حصاری کا تعلق بلخ کے گاؤں سامان سے تھااور سلطان سکندر کے عہد میں کشمیر آئے تھے۔آپ حنفی مذہب کے پیروکار تھے۔ میر سید محمد ہمدانی اور آپ کے درمیان اکثر مناظرے ہوتے تھے۔اسی وجہ سے وہ کشمیر چھوڑ کے چلے گئے تھے ( تاریخ حسن ج ۳ ص ۲۲، ۲۴۔ ۲۵ ) ۔

**۲۱۔** تاریخ حسن، ج ۳ص ۲۴۔ ۲۵

**۲۲۔** یہ خانقاہ" خانقاہ اعلی " کے نام سے معروف ہے اور میر سید محمد ہمدانی نے ۸۰۱ ھ میں اسے تعمیر کرایا تھا( تاریخ حسن ج ۱ص ۷۳۳ )

**۲۳۔** میر سید محمد مدنی سلطان سکندر کے عہد میں میر سید محمد ہمدانی کے ہمراہ ۷۹۶ھ میں کشمیر آئے۔ اگرچہ بعض متاخرین نے یہ بھی لکھاہے کہ آپ جداگانہ امیر تیمور کے ایلچی کے ساتھ ۷۹۶ھ میں کشمیر آئے۔ لیکن ان کے قریب العہد مورخ سید علی ماگرے نے بھی اپنی تاریخ میں پہلے قول کی تائید کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ابتدا میں محلہ رنگہ پرستان رعنا وادی میں رہے اور ایک دوسری روایت کے مطابق پرگنہ بانگل کے موضع مالموہ میں آباد ہوئے مگر بعد میں سلطان زین العابدین کی گزارش پر حول آگئے۔ یہاں مسجد اور مدرسہ تعمیر کروا کے درس وتدریس اور تبلیغ میں مشغول ہوگئے۔ اور ۱۱رجب ۸۴۹ھ کو اس دار فانی سے کوچ کرگئے اور اپنی ہی مسجد کے قریب دفن ہوئے۔ یہ جگہ آج بھی آپ ہی کے نام پر " مدین

صابن " کہلاتی ہے۔ مورخ حسن اور محی الدین مسکین نے آپ کا سن وفات ۸۹۴ھ لکھا ہے جو صحیح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ جو مسجد آپ نے تعمیر کروائی ہے اس پر یوں تحریر ہے " بنا هذا المسجد الفقير محمد المدنی ساکن کشمیرفی تاریخ سنة ثمان و اربعین و ثمانمائة " یعنی انہوں نے ۸۴۸ھ میں یہ مسجد بنوائی تھی۔ اس کے بعد آپ کا کشمیر میں ۴۶ سال زندہ رہنا اور تواریخ میں آپ کی خدمات مذکور نہ ہونا بعید از عقل معلوم ہوتا ہے۔ جبکہ متقدمین کا اتفاق ہے کہ آپ ۷۹۶ھ میں کشمیر آئے تو اس حساب سے آپ نے ۹۸ سال کشمیر میں گزارے جو کہیں سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔ ( تاریخ کشمیر ص ۵۰؛ تحایف الابرار ص ۳۰۔۳۱؛ تاریخ حسن ج ۳ ص ۲۹۔۳۰؛ دانشنامہ شیعیان کشمیر ج ۱ ص ۷۷۔ ۷۹ )

۲۴۔ سلطان علی شاہ اپنے والد سلطان سکندر کے بعد تخت پر بیٹھا اس کی مدت حکومت ۶ سال نو ماہ تھی۔ وہ ۸۲۷ھ میں اپنے بھائی سلطان زین العابدین کو تخت و تاج سپرد کر کے خود حج کے لئے چلا گیا( مختصر تاریخ کشمیر ص ۱۲۲؛ واقعات کشمیر ص ۸۱ )

۲۵۔ السادة فی السیادة السادة ص ۲۱۱؛ فصل الخطاب جزء ۲ ص ۹۔

۲۶۔ سلطان زین العابدین کی حکومت ۸۲۷ھ سے ۸۷۹ھ تک رہی ( تاریخ حسن ج ۲ ص ۱۸۸ ) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روضہ بھی ۸۲۷ھ سے ۸۷۹ھ کے درمیانی سالوں میں بنا ہوگا۔



۲۷۔ دلاور خان جو کشمیر کا نہایت ہی متعصب صوبیدار تھا۔ اس نے جہانگیر کے عہد میں ۱۰۲۷ھ میں یہ باغ بنوایا تھا( حسن ج ۱ ص ۳۰۰ )۔ اس روضہ کے پہلی دفعہ منہدم ہونے کی تاریخ بھی یہی ۱۰۲۷ھ ہے۔

**۲۸۔** مرزا حیدر ملک کا تعلق چندر بنسی خاندان سے تھا۔ کانگڑہ کی زمام حکومت اس خاندان کے ہاتھوں میں تھی۔ رینچن شاہ نے ۷۲۵ھ میں راون چند کو لداخ اور لار کا علاقہ جاگیر میں دے کر ملک کا خطاب دیا۔ اور اس خاندان میں اسی شخص نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ مرزا حیدر ملک کا خاندان معزز و مکرم تھا۔ اسی طرح جہانگیر نے مرزا حیدر ملک کو ان کی خدمات کے لئے رئیس الملک اور چغتائی جیسے اعلیٰ القاب سے نوازا۔ مرزا حیدر کی کوششوں سے سرینگر کی جامع مسجد دوبارہ تعمیر ہوئی جب وہ آگ لگنے سے خاکستر ہو گئی تھی۔ جب متعصب سنی حاکم ظفر چک کی قتل و غارتگری سے جڈبل کا علاقہ برباد ہو گیا تو حیدر ملک نے ہی اس علاقہ کو دوبارہ آباد کرایا۔ اس کے علاوہ انہوں نے عوام کی فلاح و بہبودی کے لئے کئی کام انجام دیئے جن کا ذکر یہاں باعث طوالت ہوگا۔ انہوں نے ایک تاریخ بھی لکھی ہے جو تاریخ حیدر ملک کے نام سے معروف ہے۔ آج بھی اس خاندان کے لوگ کشمیر میں آباد ہیں اور سب کا مذہب شیعہ ہے (شیعیان کشمیر ص ۱۲۹۔ ۱۳۳)۔

**۲۹۔** ملکہ نور جہاں کا تعلق ایران کے ایک معزز خاندان سے تھا۔ اُن کے والد غیاث الدین بیگ ایران سے ہندوستان آئے۔ مہر النساء قندھار میں پیدا ہوئیں جو بعد میں نور جہان کے لقب سے ملقب ہوئیں۔ وہ بہت ذہین اور خوبصورت تھیں۔ آپ کی شادی ابتداء میں علی قلی سے ہوئی تھی اور پھر اُس کی موت کے بعد ۱۶۱۱ء میں جہانگیر نے مہر النساء سے شادی کر لی (A۔ انہوں نے ہندوستان میں شیعوں کی بھرپور حمایت کی۔ ان کا انتقال ۲۹ شوال ۱۰۱۵ھ کو ہوا اور اپنے شوہر جہانگیر کے پاس دفن ہوئیں (تاریخ جہانگیر ص۳۶۶۔

A Socio-Intellectual History of Isna Asheri Shia's in India-، ۳۹۵، ۳۶۷

(vol ۲,p۷.۸

۳۰۔ حیدر ملک کو اس کی خدمات کے عوض ۱۰۱۶ھ میں رئیس الملک اور چغتائی جیسے اعلیٰ القاب اور دیگر شاہی عنایات سے نوازا گیا (تاریخ حیدر ملک ص ۹۸) جہانگیر ۱۰۲۹ھ میں جب کشمیر آیا تو سرینگر میں آگ لگنے کا واقعہ رونما ہوا جس میں جامع مسجد بھی جل گئی۔ بادشاہ نے مسجد کو از سر نو تعمیر کرنے کا حکم دیا اور مرزا حیدر کو اس کا نگران مقرر کیا (تاریخ حسن ج ا ص ۳۳۹) مسجد ۱۰۳۹ھ میں تیار ہو گئی۔ احتمال قوی ہے کہ انہی سالوں میں مرزا حیدر ملک نے سید حیدر کا روضہ بھی دوبارہ کروایا ہوگا۔

۳۱۔ ظفر خان احسن جو شاہ جہاں کی طرف سے کشمیر کا صوبیدار تھا۔ اس کے زمانے میں ۱۰۴۵ھ کو مایہ سومہ کا فساد ہوا۔ مورخ حسن نے اپنی تاریخ میں تاراج سوم کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے (تاریخ حسن ج ا ص ۴۸۲۔ ۴۸۳؛ واقعات کشمیر ص ۲۲۶) اسی فساد میں میر حیدر کے مزار کو بھی جلایا گیا جو دوبارہ تعمیر نہ ہو سکا۔

۳۲۔ مؤلف کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ میر حیدر اور میر حسین کے قبور پر لگے ہوئے الواح کے چشم دید گواہ ہیں۔ کحل الجواہر ۱۵ جمادی الثانی ۱۲۶۴ھ کو لکھ کر تمام ہوئی اور اس سال تک وہاں قبریں موجود تھیں۔ پھر کس غرض کے تحت انہیں نیست و نابود کیا گیا یا وہاں سے چورایا گیا خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ آج صرف ایک قبر کے نشان کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ اس مزار پر توت کا ایک درخت موجود ہے۔ سڑک سے تھوڑے اونچے مقام پر اس کی دیوار بندی حکومت جموں و کشمیر نے کرائی ہے۔ اور آج بھی مؤمنین اس کی زیارت کے لئے آتے ہیں اگرچہ اغیار نے اس پر بھی قبضہ جمانا شروع کر دیا ہے۔ اس سے بالکل ملے ہوئے حنفیوں نے ایک نئی مسجد بنائی ہے، جس کا پہلے وجود نہیں تھا۔

۳۳۔ تاریخ حسن ج ۳ ص ۲۳ ؛ واقعات کشمیر ص ۲۷ ؛ تاریخ سید علی ماگرے ص ۲۰۔۲۱

۳۴۔ تنبیہ العباد ص ۳۹

۳۵۔ موصوف کے بارے میں تاریخ خاموش ہے۔ آپ کی قبر پر مولانا محمد جواد انصاری نے ایک بقعہ تعمیر کروایا تھا۔

۳۶۔ السید حسین الرضوی القمی بن السید محمد بن السید احمد بن السید منہاج بن السید جلال بن السید قاسم بن السید علی بن السید حبیب بن السید حسین بن ابی عبد اللہ السید احمد نقیب القم بن ابی علی بن الاعرج بن ابی المکارم السید احمد بن ابی جعفر موسیٰ المبرقع بن الامام محمد تقی بن الامام علی بن موسیٰ الرضا علیہم السلام۔ آپ کب کشمیر آئے اس میں اختلاف ہے۔ کحل الجواہر سے قدیمی مصدر ہمارے پاس موجود نہیں۔ اس کے مولف نے تو عہد سکندری کے آخر میں لکھا ہے۔ اور سکندر نے ۷۹۶ ھ سے ۸۲۰ ھ تک حکومت کی لیکن بعض مورخین نے ۸۲۱ھ اور بعض نے سلطان زین العابدین کے دور میں لکھا ہے۔ بہر حال آپ کے ساتھ دیگر رفقاء بھی تھے جن کی سعی بلیغ سے کشمیر کے گوشے گوشے میں مذہب تشیع کی خوشبو مہک اٹھی۔ آپ نے اپنا مسکن سید پورہ زینہ گیر کو قرار دیا۔ اور انہی کے نام پر اس جگہ کا نام سیدہ پورہ پڑا۔ آپ ۷ شعبان ۸۷۱ھ کو فوت ہوئے۔ آپ کا مزار اسی جگہ مشہور و معروف ہے۔ موصوف کشمیر میں سادات رضویہ کے ایک طائفہ کے جد ہیں ( دانشنامہ شیعیان کشمیر ج ۱ ص ۸۳۔ ۸۶ ؛ السادۃ فی السیادۃ السادۃ ص ۱۴۲ ؛ شباب کشمیر ص ۲۲۵۔ ۲۲۷ ؛ شیعیان کشمیر ص ۱۵۔ ۱۷ ) ۔

۳۷۔ ملا احمد یا علامہ احمد کشمیر کے بادشاہ سلطان زین العابدین کے دار الترجمۃ اور دار التصنیف کے اہم رکن اور اس کے روح رواں تھے۔ انہوں نے اس زمانے کی اہم کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کیا جن میں راج ترنگنی جیسی قدیم سنسکرت تاریخ بھی شامل ہے۔ آپ شعر بھی عمدہ کہتے تھے۔ اس لئے ملک الشعرا کا لقب ملا۔ آپ کا مدفن مزار سلاطین ( سرینگر ) میں ہے ( شباب کشمیر ص ۲۱۲ ۔ ۲۱۴ ) حکومت کی طرف سے میر سید حسین قمی کی کتاب صراط کا ترجمہ کروانا ثابت کرتا ہے کہ سلطان زین العابدین ہرگز متعصب نہ تھے۔ اور انہوں نے اپنے دور حکومت میں تمام مذاہب کو آزادی دی تھی۔

۳۸۔ ملا عالم انصاری قم ایران سے میر حسین قمی کے ساتھ کشمیر تشریف لائے۔ آپ کا سلسلہ نسب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت ایوب انصاریؓ تک پہنچتا ہے آپ کی اولاد سے دسیوں علماء اور فقہاء پیدا ہوئے۔ آپ کا مدفن بَراٹھ سُوپور میں ہے ( ضمیمہ شجرہ طیبہ ص ۶ ۔ ۸ ؛ شیعیان کشمیر ص ۱۹۱ ؛ تنبیہ العباد ص ۷ ؛ دانشنامہ شیعیان کشمیر ج ۱ ص ۷۷ ۔ ۷۴ )

۳۹۔ بڈشاہ سلطان زین العابدین کا لقب ہے۔

۴۰۔ ملا محمد سعید یا سعید الدین ہمدانی ۷۹۶ھ میں میر سید محمد ہمدانی کے ساتھ کشمیر تشریف لائے۔ کشمیر میں مذہب اہل بیتؑ کی تبلیغ کے سلسلے میں انہوں نے قابل قدر خدمات انجام دیں اور یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ انہیں میر سید محمد ہمدانی نے خانقاہ معلیٰ ( سرینگر ) کی تولیت دے دی۔ چنانچہ موصوف نے وقف نامہ میں آپ کا نام بہت ہی احترام سے لیا ہے۔ آپ نے خانقاہ کے نزدیک ہی سکونت اختیار کی تھی اور پھر اسی خانقاہ کے احاطہ میں دفن ہوئے۔ موصوف کے خاندان کو یہ فخر حاصل ہے کہ ایک عرصہ تک علم وادب

کی خدمت کرتا رہا اور ان میں نامور علماء، شعراء، اطباء اور خطاط پیدا ہوئے (دانشنامہ شیعیان کشمیر ج ۱ ص ۳۷؛ شیعیان کشمیر ص ۱۵؛ تاریخ حسن ج ۱ ص ۳۳۳۔۳۳۴)

**۴۱۔ ملا محمد طاہر** متخلص بہ غنی کا شمار زبان فارسی کے سرشناس شعرا میں ہوتا ہے۔ غنی عالم بھی تھے اور فن طبابت میں ماہر بھی جیسا کہ ان کے اشعار سے واضح ہے۔ لیکن شاعری کی وجہ سے انہیں شہرت حاصل ہوئی۔ ان کا تعلق سرینگر کے مشہور ملا خاندان سے ہے۔ اگر کوئی اس خاندان کی تاریخ کا مطالعہ کرے تو وہ بھی اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ گویا یہ تینوں فن اس خاندان کو وراثت میں ملے تھے۔ اس خاندان کے جد اعلی ملا محمد سعید الدین ہیں اور غنی کا نسب ان سے یوں ملحق ہوتا ہے۔ ملا محمد طاہر غنی بن ملا طالب بن ملا صادق بن ملا عبد الرشید بن ملا محمد سعید الدین ہمدانی۔ اس خاندان کے جتنے بھی قدیم مشجرات موجود ہیں۔ سب میں غنی کا نسب اسی طرح درج ہے۔ سب سے پہلے اس بات میں رخنہ ڈالنے والے خواجہ محمد اعظم دیدہ مری ہیں جنہوں نے بغیر دلیل کے غنی کو اشائی خاندان سے وابستہ کرنے کی کوشش کی۔ جہاں سے انہیں معلوم ہوا کہ غنی اشائی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں وہیں سے انہیں معلوم ہو جانا چاہیے تھا کہ ان کے والد کا نام کیا ہے؟ لیکن وہ غنی کی ولدیت تحریر کرنے میں ناکام رہے۔ یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ غنی کو اشائی خاندان سے ملا کر انہوں نے ہوا میں تیر پھینکا ہے۔ اور تعجب تو اس بات پر ہے کہ جب وہ غنی کے والد کے نام کا پتہ نہ لگا سکے تو خاندان کا نام کہاں سے معلوم ہوا؟ یہ ایک معمہ ہے جو ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ بعد والے محققین نے آنکھ بند کر کے دیدہ مری کے اسی قول کو آگے بڑھایا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بہت سے تذکروں میں غنی کو اشائی خاندان سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اور یہ غنی پر بہت بڑا ظلم ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ حکومت جموں و کشمیر کی طرف سے راجبوری کدل میں غنی کے نام پر ایک کتب خانہ کی بنیاد رکھی گئی اور یہ بے بنیاد دعویٰ کیا گیا

کہ غنی کا مدفن یہیں ہے جب کہ کچھ سال پہلے تک اس بات کی کسی کو خبر بھی نہ تھی۔ صاحب تکل الجواہر کا بیان اس بارے میں بہت ہی اہم ہے۔ انہوں نے بالکل اسی طرح غنی کو ملا خاندان سے لکھا ہے جیسا کہ خود غنی کے خاندان میں محفوظ مشجرات میں درج ہے۔ اس بات پر ان کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ان تک غنی کی وہ کتاب پہنچی تھی جو انہوں نے اپنے جد ملا سعید الدین کی کتاب کی شرح لکھی تھی۔ وہ اس کے عینی شاہد ہیں۔ اور یوں صاحب تکل الجواہر کے بیان سے ان تمام افراد کا یہ دعوی رد ہو جاتا ہے کہ غنی اشائی خاندان سے تھے۔ ( واقعات کشمیر ص ۲۸۷۔ ۲۹۰ ؛ مشجرات خاندان ملا ؛ اوش تہ آب ص ۲۴ ؛ ریاض الشعراء ج ۳ ص ۱۵۴۴۔ ۱۵۴۶ ؛ تذکرۂ نصر آبادی ج ۱ ص ۶۴۶۔ ۶۴۸ ) ۔

۴۲۔ سید محمد نور بخش کے والد قطیف کے تھے۔ لیکن وہ امام رضاؑ کی زیارت کے قصد سے ایران آئے اور پھر قصبہ قائن میں سکونت اختیار کر کے وہیں شادی کر لی اور اسی جگہ سید محمد نور بخش ۷۹۵ ھ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور بنابر مشہور میر سید شریف جرجانی اور ابن فہد حلی ( م ۸۴۱ ھ ) اور دیگر علمائے شیعہ عراق سے کسب فیض کیا۔ عین جوانی کے دوران وہ میر سید علی ہمدانی ( م ۷۸٦ ھ ) کے خلیفہ خواجہ اسحاق ختلانی سے ملحق ہو گئے اور خواجہ نے انہیں نور بخش لقب دے کر خود بھی ان کی بیعت کر لی۔ انہوں نے اپنے عہد کے حکمران کے خلاف خروج کیا۔ لیکن کچھ دیگر مشائخ کے ہمراہ موصوف کو قید کر لیا گیا اور خواجہ اسحاق کو سلطان وقت کے حکم سے قتل کیا گیا۔ سید محمد نور بخش کو قیدی بنا کر ہرات اور پھر وہاں سے شیراز بھیج دیا گیا۔ اس زمانے میں زمام حکومت ابراہیم سلطان پسر شاہ رخ کے ہاتھوں میں تھی مگر انہوں نے نور بخش کو آزاد کیا لیکن نور بخش نے اپنی تحریک جاری رکھی جس کی وجہ سے انہیں پھر سے قید کیا گیا۔ شاہ رخ کی وفات کے بعد وہ آزاد ہو کر شہر رے چلے گئے اور سولقان نامی گاؤں میں رہنے لگے

جہاں ربیع الاول ۸۶۹ ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ (دنبال جستجو در تصوف ایران ۱۸۴۔ ۱۸۵؛ مجالس المومنین ج ۲ص ۱۴۳۔ ۱۴۸)

۴۳۔ مؤلف کی یہ بات معقول نظر نہیں آتی کیونکہ سید جبل العاملی اور سید محمد نور بخش معاصر تھے۔ سید محمد نور بخش کے حالات زندگی پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں نور بخش کا لقب خواجہ اسحاق ختلانی کی طرف سے تقریباً ۸۲۵ھ میں ملا تھا۔ اس لقب سے مشہور ہونے میں انہیں کتنا عرصہ لگا ہوگا خدا ہی جانتا ہے۔ اور پھر کب اہل کشمیر میں سید محمد نور بخش پہچانے گئے کہ وہ سید جبل العاملی کو نور بخش ثانی کہنے لگے۔ واضح رہے کہ سید جبل العاملی، سید محمد نور بخش کی وفات ۸۶۹ھ کے ٹھیک دس سال بعد ۸۷۹ھ میں شہید کئے گئے۔ اور اس زمانے میں کیسے ہوسکتا ہے کہ ایران سے یہ لقب کشمیر پہنچ کر اتنا مشہور ہو جائے اور وہ بھی اتنے کم عرصے میں جبکہ اس دور میں دنیا نے اتنی ترقی نہ کی تھی اور ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر دشوار تھا اور ذرائع ابلاغ کا تو وجود ہی نہیں تھا۔

۴۴۔ احمد بن محمد فہد اسدی حلی ملقب بہ جمال الدین معروف بہ ابن فہد کا شمار نویں صدی ہجری کے اعاظم علمائے شیعہ میں ہوتا ہے آپ ۷۵۴ھ کو حلہ میں پیدا ہوئے۔ آپ انتہائی زاہد و متقی تھے۔ آپ کی اکثر تالیفات فقہ میں ہیں۔ ۸۴۱ھ میں کربلا میں انتقال کیا اور مدفن خیمہ گاہ حسینی علیہ السلام کے پاس ہے (موسوعۃ طبقات الفقہاء ج ۹ص ۶۳۔ ۶۶)

۴۵۔ حاجی خان کا اصل نام حیدر شاہ تھا۔ وہ ایک عیاش آدمی تھا اس نے ۸۷۹ھ میں سلطان زین العابدین کے بعد تخت و تاج سنبھالا لیکن صرف ایک سال دو ماہ حکومت کر کے نشہ میں مست گر کر مر گیا (مختصر تاریخ کشمیر ص ۱۲۲۔ ۱۲۳)

۴۶۔ اگرچہ مؤلف نے سال شہادت کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن دونوں بزرگواروں کا حاجی خان کے عہد میں شہید ہونے سے ان کا سال شہادت ۸۷۹ھ بنتا ہے۔

۴۷۔ نمچہ بل سرینگر میں آپ کے والد شہید میر سید سلطان حیدر دفن ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

۴۸۔ یہ امام باڑہ محلّہ جڈ بل میں آج بھی سرزمین کشمیر کی زینت بنا ہوا ہے۔ خود جڈ بل سرینگر کے قلب میں واقع ہے۔ یہاں قدیم الایام سے شیعہ آباد ہیں چنانچہ شہید قاضی نور اللہ شوشتری (م ۱۰۱۹ھ) لکھتے ہیں کہ مجھے کشمیر کے حالات کہیں سے معلوم نہیں ہوئے بلکہ خود جا کر دیکھا ہے وہاں شیعہ آباد ہیں اور پھر ان جگہوں کا نام گناتے ہوئے جڈ بل کا ذکر بھی کیا ہے (مجالس المومنین ج ا ص ۱۱۸) ۔ یہ امام باڑہ غالباً کشمیر میں شیعوں کا سب سے قدیمی امام باڑہ ہے جسے سلطان محمد شاہ کے وزیر کاجی چک نے ۹۲۴ھ سے ۹۳۴ھ کے درمیان بنوایا تھا (شیعیان کشمیر ص ۲۲۷) اس امام باڑے کی داستان نہایت ہی دردناک ہے۔ دس دفعہ اس کو نذر آتش کیا گیا اور اس کے گرد و نواح میں جتنے بھی شیعہ آباد تھے ان کے گھروں کو تاراج کر کے جلایا اور ہزاروں مومنین کو شہید کیا گیا تھا۔ ہم نے اس کی تاریخ پر مشتمل ایک مقالہ تحریر کیا تھا۔ جو سال گذشتہ مجلّہ میراث برصغیر شمارہ ۳ ، محرم الحرام نمبر میں پاکستان سے چھپا ہے۔

۴۹۔ محمد شاہ کا باپ حسن شاہ تھا اور حسن شاہ خود سلطان زین العابدین کا پوتا تھا جو اپنے والد حیدر شاہ کی موت کے بعد کشمیر کا حاکم بنا۔ محمد شاہ نے کشمیر پر درج ذیل سالوں میں حکومت کی:

دفعہ اول: ۸۹۲ھ ۔ ۸۹۵ھ

دفعہ دوم: ۸۹۸ھ ـ ۹۰۷ھ

دفعہ سوم: ۹۲۰ھ ـ ۹۲۰ھ

دفعہ چہارم: ۹۲۳ھ ـ ۹۳۴ھ

دفعہ پنجم: ۹۳۶ھ ـ ۹۴۴ھ

آخر کار ۹۴۴ھ میں محمد شاہ مر گیا۔

( مختصر تاریخ کشمیر ص ۱۲۴ ـ ۱۲۸؛ تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۱۲ ـ ۲۴۳؛ تاریخ کشمیر فوق ص ۳۷۸ ـ ۴۰۴ )

**۵۰۔** فتح شاہ سلطان زین العابدین کا پوتا اور اُدھم خان کا بیٹا تھا وہ مندرجہ ذیل سالوں میں کشمیر کے تخت پر قابض رہا:

بار اول: ۸۹۵ھ ـ ۸۹۷ھ

بار دوم: ۹۰۷ھ ـ ۹۲۰ھ

بار سوم: ۹۲۰ھ ـ ۹۳۳ھ

( تاریخ کشمیر فوق ص ۳۸۳ ـ ۳۹۴؛ مختصر تاریخ کشمیر ص ۱۲۴ ـ ۱۲۷؛ تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۱۷ ـ ۲۳۱ )

**۵۱۔** تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۱۲ ـ ۲۱۳: واقعات کشمیر ص ۱۲۱

**۵۲۔** کاجی چک بن حسین چک بن پانڈو چک بن لنگر چک ( تاریخ کشمیر فوق ص ۴۲۷ ) نے میر شمس الدین عراقی کے ہاتھوں مذہب شیعہ قبول کیا ( گوہر عالم ص ۱۷۷ ) وہ بہت ہی بہادر، شجاع اور نڈر تھے۔ اُن کے غیر معمولی کارنامے تاریخ کشمیر میں ثبت ہیں۔

موصوف نے مذہب تشیع کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا اور کشمیر میں سلطنت چک کے لئے زمین ہموار کی۔ وہ کئی دفعہ وزارت عظمی جیسے عہدئے پر فائز رہے۔ کاجی چک حب الوطنی سے سرشار تھے اور انہوں نے ہمیشہ کشمیر اور کشمیریوں کی طرف سے دفاع کیا۔ ۲۳ جمادی الآخر ۹۵۲ھ کو پونچھ کے علاقہ موضع تھنہ میں فوت ہوئے "فوت سردار" مادہ تاریخ ہے۔

(بہارستان شاہی ص ۳۲۱۔۳۴۸؛ تاریخ کشمیر حیدر ملک ص ۶۲۔۷۳؛ تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۱۹۔۲۵۰؛ شیعیان کشمیر ص ۲۸۔۴۰)

۵۳۔ جہانگیر پڈرُو سلطان محمد شاہ اور فتح شاہ کی سلطنت میں مسند وزارت پر فائز رہا۔

۵۴۔ شَنگر رَینہ صحیح ہے۔ ۹۲۱ھ میں جب کشمیر چار افراد میں تقسیم ہوا۔ ان میں سے ایک شَنگر رَینہ تھا (تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۲۹؛ بہارستان شاہی ص ۳۲۸)

۵۵۔ تاریخ حیدر ملک ص ۵۲؛ تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۳۳؛ بہارستان شاہی ص ۳۳۱

۵۶۔ میر عراقی کا اصلی نام محمد میر شمس الدین لقب اور عراقی انتساب سے معروف ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب یوں بیان کیا گیا ہے۔ السید محمد شمس الدین بن سلطان ابراہیم بن خواجہ سلطان علی بن صدر الدین موسیٰ بن صفی الدین الاردبیلی بن امین الدین جبرئیل بن صالح بن قطب الدین رشید بن محمد الحافظ بن عوض الخواص بن فیروز شاہ زرین کلاہ بن محمد المہدی بن شرف شاہ بن محمد بن حسن بن ابراہیم بن جعفر بن محمد بن اسمٰعیل بن محمد بن احمد الاعربی بن قاسم بن حمزۃ بن الامام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام۔ آپ کی ولادت موضع کن قصبہ سولغان میں ہوئی اور پہلی مرتبہ ۸۸۲ھ میں والی خراسان مرزا سلطان حسین کی طرف سے کشمیر آئے اور ۸ سال قیام کر کے ۸۹۰ھ میں واپس خراسان چلے گئے۔ سلطان

حسین کی ملازمت چھوڑ کر سید محمد نور بخش کے بیٹے شاہ قاسم فیض بخش سے وابستہ ہو گئے اور پھر انہی کے اشارے پر دوسری مرتبہ ۹۰۲ھ میں کشمیر آئے اور کشمیر میں ملک موسیٰ رینہ (م ۹۱۶ھ) اور کاجی چک (م ۹۵۱ھ) وغیرہ جیسے بااثر افراد نے آپ کے ہاتھ پر مذہب اہل بیتؑ قبول کیا۔ اور پھر اسی سال موصوف نے جڈبل میں خانقاہ کی بنیاد ڈالی اور ۹۰۷ھ میں تبت کی طرف روانہ ہوئے وہاں تبلیغی کارنامے انجام دے کر واپس کشمیر کا رُخ کیا اور حدوداً ۲۵ سال تک تبلیغی خدمات انجام دینے کے بعد ربیع الاول ۹۳۲ھ کو شہید ہو گئے۔ (بہارستان شاہی ص ۲۸۔ ۸۶؛ شیعیان کشمیر ص ۱۷۔ ۱۲۲؛ اختر درخشاں ص ۹۔ ۱۷؛ دانشنامہ شیعیان کشمیر ج ۱ ص ۹۸۔ ۱۰۲؛ بیاض حسن ص ۱۔ ۲۳)۔

**۵۷۔** یہ قوم پہلے ہندو تھی بعد میں اس خاندان کے ایک رئیس لدے ماگرے نے میر سید علی ہمدانی (م ۷۸۶ھ) کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اس خاندان کے بعض لوگ شیعہ تھے (مجالس المؤمنین ج ۱ ص ۱۱۸) اور دیگر افراد جو سُنی تھے وہ مذہب اہل بیتؑ کے تئیں اپنے تعصب میں مشہور تھے۔ اس خاندان کے متعدد افراد مختلف سلاطین کی حکومتوں میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے۔ (تاریخ اقوام کشمیر ص ۲۳۱۔ ۲۳۲) شیعہ وزیر کاجی چک کے خلاف اس خاندان کے افراد اور دیگر متعصب سرکردہ لوگوں نے کئی دفعہ سازشیں کیں۔ حتی انہوں نے کشمیر میں مذہب تشیع کی ترویج کو بہانہ بنا کر ہمایوں بادشاہ کو کشمیر پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ مگر ہمایوں پہلے ہی شیر شاہ سوری کے ہاتھوں شکست کھا چکا تھا اس لئے اس نے ان کشمیریوں کی درخواست کو مسترد کر دیا۔ (تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۴۴۔ ۲۴۹؛ واقعات کشمیر ص ۱۲۸۔ ۱۲۹؛ تاریخ کشمیر سید علی ماگرے ص ۴۵) یہاں سے نا اُمید ہو کر انہوں نے اپنے وطن کا سودا میرزا حیدر کاشغری کے ہاتھوں کیا۔ وہ ۲۱ رجب ۹۴۷ھ کو کشمیر میں داخل ہوا اور جب تک میرزا حیدر کاشغری اپنے انجام کو نہ پہنچا

ماگریوں کی ایک جماعت اس کے ساتھ ساتھ کشمیریوں کا خون بہانے میں شریک تھی۔ یہاں تک کہ جب میرزا حیدر قتل ہوا تو سید محمد ماگرے نے اسے مزار سلاطین میں دفن کر کے اس کا مزار سنگین اور محکم بنوا کر ماگریوں کے ساتھ ایک ماہ تک اس کی قبر پر پہرہ دیا تھا( تاریخ کشمیر سید علی ماگرے ص ۴۸؛تاریخ اقوام کشمیر ص ۲۳۲ ) ۔

**۵۸۔** اگر اس علی رَینَہ سے مراد وہ علی رَینَہ ہے جو ملک موسی رَینہ کے فرزند تھے ( بہارستان شاہی ص ۲۳۱؛ تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۲۳ ) تو یہ قول بعید معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ماگریوں کی سرکردگی قبول کر کے میر عراقی کو شہید کیا ہو۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ علی رَینَہ نے اپنے والد موسی رَینَہ کے ہمراہ میر عراقی کی طرف سے دفاع کیا تھا۔ چنانچہ ۹۱۳ھ میں میر عراقی نے ذالڈ گر کے مقام پر کفار سے جو جنگ لڑی تھی اس میں علی رَینَہ بھی موجود تھے جیسا کہ صاحب تحفۃ الاحباب نے اپنے والد مولانا جمال الدین اور امیر سید بُدلا کے حوالے سے اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے۔ وہ خود اس جنگ میں شریک تھے ( مقدمہ بہارستان شاہی ص ۵۷۔۵۸ ) پھر کیسے یہ ممکن ہے کہ کاجی چک جیسے بہادر اور شجاع شخص کے ہوتے جو میر عراقی کے قریبی مریدوں میں سے تھے، علی رینہ سے قصاص نہ لیا جاتا اور میر عراقی کی شہادت کے بعد بھی وہ آسانی سے اقتدار میں آجاتا۔ علاوہ ازاین صاحب کحل الجواہر نے اپنا مصدر بھی بیان نہیں کیا جو اس دعویٰ کو مزید مستحکم بناتا۔ اس کے برعکس علی رینہ کا میر عراقی کے محب ہونے پر ہمارے پاس اہم منبع تحفۃ الاحباب ہے۔ پھر قرائن سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ صاحب کحل الجواہر سے نام نقل کرنے میں بھی اشتباہ کے امکانات ہیں۔

**۵۹۔ محمد شاہ** نے چوتھی دفعہ ۹۲۴ھ میں پھر سے تخت سنبھالا اور کاجی چک کو اپنا وزیر منتخب کیا (تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۳۱) اس دوران کئی مرتبہ حکومت کے خلاف بغاوتیں ہوتی رہیں لیکن کاجی چک نے اپنی دانائی اور شجاعت سے تمام باغیوں کا قلع قمع کر دیا۔ کاجی چک کا بڑھتا ہوا اقتدار اور ترقی دیکھ کر بعض کشمیری امراء کے تن بدن میں آگ لگی اور وہ ان کے خلاف ہر ممکن سازشوں میں مشغول رہے۔ خود سلطان محمد شاہ بھی کاجی چک کی طاقت دیکھ کر ان سے خائف تھا۔ سلطان نے ۹۳۰ھ میں ملک علی، لوہر ماگرے، ریگی چک اور ابدال ملک سے مشورت کر کے کاجی چک کو وزارت کے عہدے سے معزول کیا۔ جب کاجی چک کو معلوم ہوا کہ تمام امراء اور بادشاہ اس کے خلاف صف آراء ہوئے ہیں تو انہوں نے ہجرت میں مصلحت سمجھی اور نوشہرہ چلے گئے (بہارستان شاہی ص ۳۳۱؛ تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۳۳؛ تاریخ حیدر ملک ص ۶۷) ادھر بابر نے توچک بیگ اور شیخ علی بیگ کی سربراہی میں کشمیر پر حملہ کیا۔ جب نوشہرہ میں کاجی چک کو معلوم ہوا تو انہوں نے سب کچھ بھلا کر اپنے وطن کو بچانے کی خاطر تمام راستوں پر پہرہ بٹھا دیا اور اپنے دو فرزندوں غازی خان اور حسین خان کو مقابلہ کے لئے بھیجا جنہوں نے دشمن کے چھکے چھڑا دیئے۔ (تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۳۴؛ تاریخ حیدر ملک ص ۶۸؛ بہارستان شاہی ص ۲۳۱۔ ۲۳۲) جب سلطان محمد شاہ کو معلوم ہوا کہ کاجی چک نے دشمنوں کو بھگا دیا ہے تو اس نے اپنی دشمنی فراموش کر کے کاجی چک کو خطوط لکھ کر کشمیر آنے کی دعوت دی۔ کاجی چک سرینگر آئے اور سلطان محمد شاہ نے دوبارہ وزارت کا عہدہ ان کے سپرد کیا۔ اسی دوران ماگریوں نے علی ملک کی سرکردگی میں کاجی چک کے خلاف پھر سے بغاوت کی اور کچہ ہامہ میں جنگ ہوئی۔ علی ملک قید ہو گیا اور دیگر افراد نے راہ فرار اختیار کی (تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۳۴۔ ۲۳۵؛ تاریخ حیدر ملک ص ۶۸؛ بہارستان شاہی ص ۳۳۲) سلطان محمد شاہ نے عہد و پیمان توڑ

کر پھر سے کاجی چک کے خلاف سازش کی اور انہوں نے بادشاہ کو دہری پالیسی چلانے پر ۹۳۴ھ میں تخت سے برطرف کر کے قید کر لیا اور بادشاہ کے بیٹے ابراہیم شاہ کو تخت پر بٹھا کر خود ملکی انتظامات سنبھالنے لگے ( تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۳۵؛ تاریخ حیدر ملک ص ٦٨؛ بہارستان شاہی ص ۳۳۲ )

عین ممکن ہے کہ جب ماگریوں نے علی ملک کی سرکردگی میں کاجی چک کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور کِھہ ہامہ میں لڑائی ہوئی اسی دوران میر عراقی کو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شہید کیا گیا ہو۔ اس دوران تو دیگر افراد بھاگ گئے تھے لیکن علی ملک گرفتار کر کے قید کر لیا گیا تھا مگر بعد میں جیل سے فرار ہوا ( تاریخ حیدر ملک ص ٦٨ ) البتہ یہ بھی ممکن ہے کہ سلطان محمد شاہ نے کاجی چک کے خلاف یہ سازش پس پردہ کروائی ہو جیسا کہ ۹۳۴ھ میں انہی سازشوں کی بنا پر کاجی چک نے سلطان محمد شاہ کو برطرف کر دیا تھا۔

اب رہی علی ملک کی بات کہ آیا وہ موسیٰ رینہ کے فرزند تھے یا انہی کے خاندان سے کوئی اور شخص تھا۔ اس بات پر اختلاف ہے۔ تاریخ حسن اور بہارستان شاہی میں صریحاً علی رینہ کو موسیٰ رینہ کا فرزند کہا گیا ہے جیسا کہ ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔ لیکن یہ علی ملک کون تھا جس کی ماگریوں کے ساتھ ملی بھگت تھی۔ تاریخ نے اس پر کوئی خاص روشنی نہیں ڈالی ہے۔ لیکن کچھ مقامات پر اشارہ ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی ملا حسین کا بیٹا تھا چنانچہ اس نے محمد شاہ اور فتح شاہ کی آپسی لڑائی میں ایک دفعہ دریا کے کنارے شام کے وقت فتح شاہ کی فوج کو مخاطب کر کے کہا کہ میں ملک علی پسر ملا حسین ہوں۔۔۔ ( تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۲۷؛ بہارستان شاہی ص ۳۲۵ )

۶۰۔ صاحب کحل الجواہر سے پہلے کسی بھی مورخ نے میر شمس الدین عراقی کی تاریخ شہادت تو کیا تاریخ وفات تک کا اشارہ نہیں کیا ہے۔ یہ پہلی دفعہ ہے کہ رسالہ حاضر میں ان کی شہادت کا واقعہ اس قدر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے مولف نے اپنے مآخذ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ کحل الجواہر کے سالوں بعد لکھا جانے والا رسالہ بیاض حسن میں میر عراقی کی شہادت کا ذکر ہے۔ لیکن یہ رسالہ لکھتے وقت بیاض حسن کے مولف آغا سید حسن معرکہ دار کی نظروں سے کحل الجواہر نہیں گزری ہے۔ چنانچہ موصوف رقمطراز ہیں کہ آخر کار میر عراقی ۹۳۳ھ کو فوت ہوئے۔ ملا سعید اشرف مازندرانی جو زینب النساء مخفی کے استاد اور ملا محمد باقر مجلسی (م ۱۱۱۰ھ) کے بھانجے تھے۔ وہ زینب النساء کے ساتھ کشمیر آئے تھے اور اس دوران انہوں نے میر عراقی پر ایک نظم لکھی جس کے کچھ اشعار یہ ہیں:

میر شمس الدین محمد زبده سادات عصر

آنکه در شب چراغ افضل است

چون شهادت یافته بدان شاه شهیدانشان بارث

شد شهید به تیغ ناپاکی که از شمر ارزلی است

سائلی پرسید از تاریخ سال فوت او

گفتمش در اول ربیع الاول است

(بیاض حسن ص ۲۲۔ ۲۳)

لیکن اس سے ۹۳۲ کا سال نہیں نکلتا ہے جیسا کہ مرحوم ڈاکٹر اکبر حیدری نے بھی مقدمہ بہارستان شاہی میں لکھا ہے (بہارستان شاہی ص ۸۶) حجۃ الاسلام والمسلمین

حاج سید محمد باقر موسوی صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ ملا محمد سعید کا یہ مرثیہ متعدد تواریخ میں ثبت ہے ( اختر درخشان ص ۱۷ ) بہتر تھا کہ اگر موصوف ان تواریخ کی نشاندہی بھی کر دیتے۔ خاندانی یاداشت کی بنا پر مادہ تاریخ " یاہادی المضل " ہے جس سے ۹۳۲ھ نکلتا ہے اور اسی طرح صاحب کحل الجواہر کے مطابق " بخلد برین دویدی " سے بھی ۹۳۲ھ بر آمد ہوتا ہے۔

۶۱۔ یہ خانقاہ جڈبل میں واقع ہے جب میر عراقی دوبارہ ۹۰۲ھ میں واپس کشمیر آئے تو موسم بہار ۹۰۲ھ میں اس کی بنیاد ڈالی گئی قاضی محمد قدسی نے تاریخ کہی ہے

بر رواقش نوشتہ روح الامین

سال تاریخ " کاشف امتین "

۹۰۲ھ

۹۰۹ھ میں اس خانقاہ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا گیا اور میر شمس الدین عراقی نے اس خانقاہ کا نام " خانقاہ نور بخشیہ " رکھا اور اس کے دروازہ پر یہ عبارت کندہ تھی:

بنیت هذه البقعة الموسوية المتبركة الشريفة الشمسية النور بخشية فی التاريخ سنة تسع و تسعمائة من الهجرة النبوية عليه الصلوة و التحية

میر عراقی نے ۹۱۰ھ میں اس کی تعمیر مکمل کی اور مولانا کمال الدین محمد گنائی نے اس کی تاریخ لفظ " شیخ " سے نکالی جس سے سال ۹۱۰ھ بر آمد ہوتا ہے ( مقدمہ بہارستان شاہی ص ۷۶ )

میر عراقی کو بعد شہادت اسی خانقاہ میں دفن کیا گیا اور اس کی تائید تحفۃ الاحباب سے بھی ہوتی ہے ( مقدمہ بہارستان شاہی ص ۸۶ ) ۔ میرزا حیدر کاشغری نے اس خانقاہ کو

۹۵۴ھ میں منہدم کیا اور اس کے لکڑیاں اور پتھر وغیرہ اندر کوٹ لے گیا۔ چنانچہ مقامی تواریخ میں اس واقعہ کا ذکر تفصیل سے موجود ہے (تاریخ سید علی ماگری ص ۴۶۔۴۷؛ واقعات کشمیر ص ۱۲۹۔۱۳۰؛ مقدمہ بہارستان شاہی ص ۸۷۔۸۸) کاشغری کے قتل کے بعد ۹۵۸ھ سے ۹۶۱ھ تک دولت چک سلطان اسماعیل شاہ کے وزیر اعظم رہے تو انہوں نے اپنے دور میں پھر اسے تعمیر کیا اور مرحوم ڈاکٹر اکبر حیدری نے اس کے دوبارہ تعمیر ہونے کی تاریخ کا احتمال ۹۶۱ھ دیا ہے (مقدمہ بہارستان شاہی ص ۵۸)

شمس چک کے بیٹے ظفر چک نے پھر سے تعصب کی بنا پر ۹۶۴ھ میں اس خانقاہ کو آگ لگادی (تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۲۳۔۲۲۴) پھر ملک حیدر چاڈورہ کے والد ملک حسن نے جہانگیر کے عہد سلطنت میں ۱۰۲۹ھ میں اسے دوبارہ تعمیر کروایا۔ چنانچہ اس پر یہ اشعار گواہ ہیں

حسن ابن ملک ناجی نموده بنای خانقاه حضرت میر

به پایان نامه به شاهان رسانده ملک حیدر رئیس ملک کشمیر

فرد تاریخ این هر دو رقم زد به عهد شاه نور الدین جهانگیر

(تاریخ حسن ج ۲ ص ۴۸۰؛ تاریخ حیدر ملک ص ۹۹؛ شیعیان کشمیر ص ۱۳۲)

اس کے بعد یہ خانقاہ بار بار نذر آتش ہوتی رہی یہاں تک کہ دور حاضر میں اسے نئے سرے سے حکومت جموں و کشمیر نے تعمیر کروایا اور اب تک کام جاری ہے۔



۶۲۔ آپ اسی ڈونڈس بمنہ (سرینگر) میں دفن ہیں اور حال ہی میں آپ کے مرقد پر ایک روضہ تعمیر کیا گیا ہے۔

۶۳۔ میر زا حیدر دوغلات ۹۰۵ھ میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ شیبک خان کے فرمان سے قتل ہوا اور وہ خود اس کے چنگل سے آزاد ہو کر ایک مدت تک بابر کے پاس چلا گیا اور یہاں سلطان سعید خان سے پیوست ہو گیا اور اپنی عمر کا بیشتر حصہ اسی کی خدمت میں گزارا۔ اس کے انتقال کے بعد کامران میرزا کے پاس گیا اور پھر ہمایوں بادشاہ سے ملحق ہو گیا ( تاریخ رشیدی ص ۲۳ ) ۹۳۹ھ میں میر زا حیدر دوغلت ۲ہزار سوار لے کر کشمیر آیا اور وہاں قتل وغارتگری کا بازار گرم کر کے عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا۔ علماء و مجتہدین نے ایک زبان ہو کر فتویٰ دیا کہ جو بھی اس کے خلاف لڑے گا وہ شہید ہے۔ اس سے کشمیریوں کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے مرزا کے خلاف مقاومت کی جس کے نتیجے میں وہ واپس جانے پر مجبور ہوا ( بہارستان شاہی ص ۲۳۷۔۲۳۸ ) لیکن بعد میں ابدال ماگرے اور ریگی چک کی ترغیب پر اس نے دوبارہ کشمیر پر حملہ کیا اور ۲۱ رجب ۹۴۷ھ کو فتح پا کر داخل کشمیر ہوا۔ یہاں نازک شاہ کے نام پر حکومت کر کے آخر کار اپنے اعمال بد اور ظلم و ستم کی وجہ سے ۸ ذی قعدہ ۹۵۷ھ کو کمال دونی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس کی قبر مزار سلاطین میں موجود ہے ( تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۶؛ تاریخ علی ص ۴۷۔۴۸؛ بہارستان شاہی ص ۳۵۲)

۶۴۔ مؤلف کے اس بیان سے کہ میر دانیال خوف جان سے تبت خورد و کلان چلے گئے اس کی تائید خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کی تاریخ سے بھی ہوتی ہے ( واقعات کشمیر ص ۱۳۰) اگرچہ وہ کاشغری کے خلاف قیام بھی کر سکتے تھے لیکن انہوں نے خونریزی سے گریز کیا اور ہجرت ہی میں مصلحت دیکھ کر کشمیر کو خیر باد کہا اور تبت خورد چلے گئے۔ موصوف وہاں تبلیغ میں مصروف رہے یہاں تک کہ میر زا حیدر کاشغری قید کر کے انہیں کشمیر لے آئے۔ البتہ صاحب تحل الجواہر نے ان کا قید رہنا دو یا تین سال لکھا ہے جو صحیح

معلوم نہیں ہوتا۔ اس بارے میں تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۵۵ اور بہارستان شاہی ص ۳۴۸ میں مرقوم یہ بیان درست لگتا ہے کہ میرزا حیدر نے ۸ ذی الحجہ ۹۵۵ھ میں حضرت ریشی کو شہید کر دیا اور پھر ۹۵۶ھ میں خود تبت جا کر میر دانیال کو گرفتار کر کے ایک سال تک قید میں رکھنے کے بعد ۲۴ صفر ۹۵۷ھ کو شہید کیا۔ سید علی ماگرے کی تاریخ کشمیر ص ۴۷ پر بھی یہی تاریخ لکھی ہے۔ مورخ سید علی اس واقعہ کا چشم دید گواہ ہے۔ اس لئے اس کی روایت کو دوسروں پر ترجیح دی جا سکتی ہے۔

۶۵۔ میرزا حیدر کاشغری نے خود ایک تاریخ لکھی ہے جس کا نام تاریخ رشیدی ہے اس میں وہ خود اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ کشمیر میں تمام لوگ اپنے مذاہب ترک کر کے ابن حنفیہ کی پیروی کرنے لگے ہیں۔۔۔ اور خدا کا شکر اس توفیق پر کہ کوئی اپنے مذہب کو آشکار نہیں کر سکتا اور سب اپنے آپ کو اہلسنت والجماعت کہتے ہیں کیونکہ وہ میری سنگدلی سے واقف ہیں کہ اگر انہوں نے کوئی اور مذہب ظاہر کیا تو ان کا انجام قتل ہو گا۔ ( تاریخ رشیدی ص ۶۲۸۔ ۶۲۹؛ تاریخ سید علی ماگرے ص ۴۶۔ ۴۷ )

۶۶۔ بہارستان شاہی ص ۳۴۸؛ تاریخ سید علی ماگرے ص ۴۷؛ تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۵۵؛ واقعات کشمیر ص ۱۳۰؛ تاریخ حیدر ملک ص ۴۷۔

۶۷۔ سب سے پہلے تحل الجواہر ہی میں اس بات کا انکشاف کیا گیا ہے کہ میر سید دانیال اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت کو ماہ پَدَم عَشَم ( اندرکوٹ ) میں شہید کیا گیا۔ یہ علاقہ سُمبَل سُونا وَارِی میں ہے اور خود میرزا حیدر کاشغری بھی وہیں سکونت پذیر تھا ( تاریخ سید علی ماگری ص ۴۸ ) ۔ اس لئے یہ زیادہ قرین عقل بھی معلوم ہوتا ہے اس نے شاید سید دانیال کو اسی جگہ قید کیا تھا اور پھر قتل بھی وہیں کیا۔ مرحوم سید حسن معرکہ دار نے بھی

بیاض حسن ص ۳۰ پر اسی جگہ کا نام لیا ہے۔ اور ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ ان کی نظر سے کحل الجواہر نہیں گزری تھی۔ اور اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ انہوں نے شاید خاندانی یاداشت کی بنا پر اس جگہ کا نام تحریر کیا ہے جو صحیح ہے۔ بہارستان شاہی، تاریخ حیدر ملک اور دیگر تواریخ میں اگرچہ شہادت کا ماجرا بیان کیا گیا ہے لیکن ان میں جائے شہادت کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ اس قتل گاہ کے آثار آج تک باقی ہیں۔ اب یہ جگہ کسی محمد اکبر نجار نامی شخص کے ذاتی باغ میں شامل ہو گئی ہے۔ ہم نے سال گذشتہ خود جا کر اس مقتل کو دیکھا ہے اور لوگ اب تک اس کا احترام کرتے ہیں۔

**۶۸۔** واقعات کشمیر کے مصنف لکھتے ہیں کہ رفض کہ شہرت کی وجہ سے میر دانیال کے ساتھ ساتھ اہل خدمات اور سر کردہ لوگوں کی ایک جماعت کو بھی قتل کر دیا گیا ( واقعات کشمیر ص ۱۳۰ ) اور پھر بیاض حسن کے مؤلف کا بھی یہی کہنا ہے ( بیاض حسن ص ۳۰۔۳۱ ) مقامی سُنی تواریخ میں مذکور ہے کہ میرزا حیدر نے پہلے تو سید دانیال کو ایک سال تک قید رکھا اور پھر چند گواہوں کے ذریعے ان پر سب صحابہ ثابت کر کے قاضی ابراہیم اور قاضی عبد الغفور کے فتوؤں سے انہیں قتل کر دیا ( تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۵۵ ) لیکن ان مورخین کی قلعی بہارستان شاہی کے نامعلوم مصنف کے بیان سے کھل جاتی ہے جو لکھتے ہیں کہ میرزا حیدر نے عبد الرشید خان کی لعنت و ملامت سے بچنے کے لئے میر دانیال کو قتل کیا۔ اس نے شیخ فتح اللہ کو اپنے پاس بلوا کر جھوٹے گواہ بلوائے اور اس مرد ناخداترس نے بہت سعی اور کوشش اور رشوتیں دے کر ایک فاسق اور ملحد جماعت بلوائی جن کی گواہی نہ شریعت کے مطابق اور نہ ہی قواعد مروت کے اصول پر قابل قبول تھی۔ انہوں نے میر دانیال کے رفض پر گواہی دی اور آپ ۲۴ صفر ۹۵۷ھ کو قضات وقت قاضی حبیب، قاضی ابراہیم اور قاضی عبد الغفور کے حکم سے شہید کئے گئے۔ مخلصین نے آپ کی

تاریخ شہادت کا استخراج " دشت کربلا " سے کیا ہے ( بہارستان شاہی ۳۴۶ـ۳۴۸ ؛ تاریخ حیدر ملک ص ۵۷)

**۶۹**۔ مؤلف نے ملا حاجی خطیب کو میر سید حسن کا خسر بتلایا ہے جبکہ ان کے عہد کے قریب ترین مورخ حیدر ملک نے لکھا ہے کہ ملا حاجی خطیب جو ایک نامور سنی عالم تھے انہیں میرزا حیدر نے شیعہ ہونے کی وجہ سے قتل کیا ( تاریخ حیدر ملک ص ۵۷ ) اسی طرح مورخ حسن نے بھی ان کا قتل ہونا تو لکھا ہے لیکن ان کے مذہب کے حوالے سے کوئی بات نہیں لکھی ہے ( تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۵۴ )

**۷۰**۔ کشمیر کے اکثر مورخین منجملہ سید علی ماگرے نے تاریخ کشمیر ص ۴۵، خواجہ اعظم دیدہ مری نے واقعات کشمیر ص ۱۲۴، پیر غلام حسن کھویہامی نے تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۴۷ پر لکھا ہے کہ فقہ احوط میر عراقی کی تصنیف ہے ۔ ان کے علاوہ میرزا حیدر کاشغری نے بھی میر عراقی کو ہی فقہ احوط کا مروج قرار دیا ہے ( تاریخ رشیدی ص ۶۲۷) شاید کاشغری سے ہی متاثر ہو کر دیگر کشمیری مورخین نے تاریخ رشیدی کی اس عبارت " ۔۔۔ و کتابی فقہ احوط نام در میان مردم نامردم انداختہ است " (تاریخ رشیدی ص ۶۲۷ ) کو اس بات پر حمل کیا ہے کہ فقہ احوط میر عراقی کی تصنیف ہے اگرچہ کاشغری کی عبارت سے یہ صریحی طور پر ثابت نہیں ہوتا۔ مورخ محمد قاسم فرشتہ نے لکھا ہے کہ یہ کتاب میر عراقی کی تصنیف نہیں ہے ( تاریخ فرشتہ ج ۴ ص ۶۹۱ ) ۔ بعض مورخین نے فقہ احوط کو سید محمد نور بخش سے منسوب کیا ہے ( دنبالہ جستجو در تصوف ایران ص ۱۸۶ ) لیکن تحفۃ الاحباب کے بیان کے مطابق فقہ احوط سید محمد نور بخش کی تصنیف ہے اور خود صاحب تحفۃ الاحباب کے والد مولانا جمال الدین جو میر عراقی

کے مریدوں میں سے تھے اور ان کے رفقاء خواجہ اسمٰعیل، ملا ناصر اور ملا داؤد وغیرہ نے خانقاہ نور بخشیہ جڈیبل میں قبلہ کی سمت پر اسی کتاب سے استدلال کیا تھا۔ اس کے بعد شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی کہ یہ کتاب سید محمد نور بخش کی ہی لکھی ہوئی ہے۔ جو ان کے مرید میر عراقی کے واسطے سے کشمیر پہنچی اور اس کا باقاعدہ درس ہوتا ہوگا جیسا کہ قرائن سے واضح ہے۔ اس کے علاوہ میر عراقی کی فقہی گرائش بھی اس بات سے ظاہر ہوجاتی ہے۔ فقہ احوط کو آج تک کسی بھی فقیہ نے مذہب اثنا عشریہ کی کتابوں میں شمار نہیں کیا ہے اور نہ ہی فقہ اہل بیتؑ میں اس سے استدلال کیا جاتا ہے۔

۷۱۔ شیخ حسن راہنما جڈیبلی کا شمار اعاظم علمائے کشمیر میں ہوتا ہے آپ مجتہد زمان اور فقیہ دوران تھے آپ کی تبلیغ سے شیعہ مسلک کو کرگل اور سکردو کے گرد و نواح میں رواج ملا۔ چک امراء بھی آپ کا بے حد احترام کرتے تھے اور ان کے آپسی تنازعے بھی صلح وآشتی سے طے کرتے تھے ( دانشنامہ شیعیان کشمیر ج اص ۴۱۳۔ ۴۱۴ ) ادھر کئی اہل قلم نے لکھا ہے کہ موصوف شہید سید محمد علی موسوی صفوی کے فرزند اور شہید سید دانیال کے پوتے تھے۔ لیکن صاحب تحل الجواہر کے پاس ان کی کتاب المقامات پہنچی تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ ضرور اس بات کا ذکر کرتے۔ یہ کتاب آج ہماری دسترس سے باہر ہے اور ہو سکتا ہے کہ نام میں مشابہت کی وجہ سے یہ شبہ وجود میں آیا ہو۔

۷۲۔ مرحوم حیدر ملک لکھتے ہیں کہ میر دانیال کو قتل کر کے ان کی لاش جلائی گئی ( تاریخ حیدر ملک ص ۷۲ ) ہم نے اس مطبوعہ نسخے کا مقابلہ اصل نسخہ سے بھی کیا جو ریسرچ لائبریری سرینگر میں شمارہ ۳۹ میں موجود ہے۔ اس کے ص ۷۵ پر بھی یہی مذکور ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ مورخ سید علی ماگرے جو اس لوٹ مار کا عینی شاہد ہے،

اس بات کا ضرور ذکر کرتا۔ جہاں تمام مورخین نے شنگلی ریشی کے ساتھ میرزا حیدر کے وحشیانہ سلوک کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے وہاں سید دانیال کی لاش کا جلایا جلانا بھی لکھتے لیکن مورخ حیدر ملک اپنے دعوے میں منفرد ہیں۔ ہمارا گمان یہ ہے کہ چونکہ ملک مرحوم نے میر دانیال کی شہادت کے فوراً بعد شنگلی ریشی کی شہادت کا ذکر کیا ہے اور ان کے جسد کو جلایا جانا تاریخ کے مسلمات میں سے ہے (واقعات کشمیر ص ۱۳۰؛ تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۵۴؛ تاریخ حیدر ملک ص ۷۲)۔ یہاں مؤلف سے کلمات میں تسامح ہو گیا ہے اور انہوں نے دونوں حضرات کے بارے میں لکھ دیا ہے کہ ان کی لاشیں جلائی گئیں۔ بہر حال میر دانیال کی شہادت کے بعد کچھ لوگ اندھیری رات میں آئے اور میر دانیال کے جسد کو اور بقول صاحب تحل الجواہر میر سید حسن کی لاش کو بھی وہاں سے اٹھا کر ڈب کَریوہ لے آئے۔ البتہ متقدمین میں سے کسی نے بھی اس جگہ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ صاحب تحل الجواہر کے بعد دوسرے شخص سید حسن معرکہ دار ہیں جنھوں نے خاندانی روایت کی بنا پر میر دانیال کا دفن ہونا ڈب میں لکھا ہے (بیاض حسن ص ۳۳) آج بھی اس جگہ پر میر دانیال کا مزار ایک پہاڑی کی بلندی پر ہے۔ حال ہی میں ہم نے دیکھا کہ اس پر اہالی قریہ ایک شاندار روضہ تعمیر کر رہے ہیں۔ اس میں دو قبریں موجود ہیں اور عین ممکن ہے کہ دوسری قبر میر سید حسن کی ہو۔

۷۳۔ رضی الدین المدرس کون تھے یہ بات ابھی تک مکمل طور پر واضح نہ ہو سکی چنانچہ ایک میر رضی الدین کا ذکر تاریخ کشمیر میں ملتا ہے۔ لیکن یہ روشن نہیں ہے کہ آیا میر رضی الدین اور رضی الدین المدرس ایک ہی شخص تھے یا دو الگ الگ شخصیتیں؟ خواجہ اعظم دیدہ مری کے بقول میر رضی الدین اپنے عہد کے علماء میں علوم عقلی و نقلی کے ماہر تھے۔ وہ میرزا حیدر کے تسلط کے زمانے میں محلّہ قطب الدین پورہ کے مدرسہ میں مدرس

تھے۔ ان کی اکثر علوم میں تالیفات ہیں۔ اور مولانا فیروز مفتی المعروف بہ سچی گنائی آپ کے داماد تھے۔ ۹۵۶ھ میں وفات پا گئے اور تاریخ وفات یوں کہی گئی ہے :

میر در سجدہ جان سپرد بہ حق      سنہ نہ صد و پنجاہ و شش

افواہ ہے کہ جب مدرسہ میں حافظ بصیر نے شیعوں کے متعلق کہا کہ ان کی بھی ایک بات ہے تو بابا داوٗد اور ملا شمس پال وغیرہ نے انہیں برا بھلا کہا اور ملا رضی الدین کے مدرسہ میں آ گئے ( واقعات کشمیر ص ۱۳۵۔ ۱۳۶ تذکرہ علمائے ہند ص ۸۹ )

۷۴۔ سُمبَل سُوناوارِی میں واقع سرائے ڈانگر پُورہ نامی گاوں شادی پُورہ سے متصل ہے ہم نے حال ہی میں اس مزار کو دیکھا ہے یہ مزار اپنی کسمپرسی کا نوحہ خود پڑھ رہا ہے نہ کوئی لوح ہے اور نہ ہی قبروں کا کوئی نشان البتہ مقبرے کے چاروں طرف تقریبا تین فٹ کی دیوار ضرور ہے۔ جس کی ساخت کوئی دو تین سو سال پرانی معلوم ہوتی ہے۔ یہ جگہ " میر صائبَن " کے نام سے معروف ہے اور اہل سنت کے ہاتھوں میں اس کا انتظام ہے۔

۷۵۔ مؤلف بہارستان شاہی لکھتے ہیں کہ میرزا حیدر کے قتل کے بعد میر دانیال کو اپنے والد میر عراقی کے روضہ ( جڈیبل، سرینگر ) منتقل کیا گیا۔ اس بات کا اعلان شہر میں پہلے ہی کروایا گیا تھا۔ تاکہ محبان تابوت کے استقبال کے لئے آجائیں ( بہارستان شاہی ص ۳۴۶ ) اور مرحوم آغا سید حسن معرکہ دار نے بھی یہی لکھا ہے کہ انہیں کریوٗہ شہاب الدین پورہ ( ڈب ) سے جڈیبل منتقل کیا گیا چنانچہ یہ بیت ان کے مرقد پر لکھی ہے

آنکہ جان باخت ز بہر رب مجید      حضرت شیخ سید دانیال شہید

( بیاض حسن ص ۳۳ )

بیاض حسن کے مؤلف اس مزار کے قریب ہی رہتے تھے چونکہ ان کا نسب میر شمس الدین عراقی تک پہنچتا ہے اس لئے وہ اپنے زمانے میں اس خاندان کی معزز شخصیت تھے اور اس مزار کا نظم و نسق انہی کے ہاتھوں میں تھا۔ اس لحاظ سے ان کا بیان قابل وثوق اور معتبر ہے۔ مورخ حسن نے لکھا ہے کہ میر دانیال کو پہلے موضع شونش مر میں دفن کیا گیا۔ پھر اپنے والد کے روضہ میں منتقل کیا گیا ( تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۶۷ )

۷۶۔ بُلبُل لنکر دریائے جہلم کے مشرقی کنارے پر عالی کدل و نوا کدل کے درمیان سرینگر کا مشہور محلّہ ہے۔ یہاں سید شرف الدین معروف بہ بلبل شاہ ( ۷۲۷ ھ ) کے لئے ان کے زمانے کے بادشاہ سلطان صدر الدین رینچن شاہ نے ایک خانقاہ تعمیر کرائی تھی۔ چکوں کے عہد تک وہاں لنگر بھی جاری تھا اسی وجہ سے اس جگہ کو بلبل لنکر کہا جاتا ہے ( تاریخ حسن ج ۱ ص ۳۱۷۔ ۳۱۸ )۔ سید شرف الدین کی وفات کے بعد وہ اسی خانقاہ میں دفن ہوئے۔ نہ معلوم میر سید حسن کو کن وجوہات کی بنا پر ڈب سے بلبل لنکر منتقل کیا گیا تھا البتہ یہاں سے ایک بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ اس وقت تک یہ مزار شیعوں کی دسترس میں تھا اور وہ اپنے بزرگان کو آسانی سے وہاں دفن کرتے تھے۔ لیکن افسوس آج صورتحال برعکس ہے۔ نہ ہی سید حسن کی قبر کا کوئی نشان ہے اور نہ ہی دیگر بزرگان دین کی خواہ وہ شیعہ ہوں یا سنی۔ فقط سید شرف الدین کے پہلو میں ایک قبر ملتی ہے جسے بعض مورخین نے ملا احمد کی قبر بتلایا ہے۔ لیکن مورخ غلام رسول بٹ اس سے انکار کرتے ہیں اور ان کا ماننا ہے کہ یہ قبر کسی حاجی محمد الجندین کی ہے جس کا تاریخ وصال ۸۳۱ ھ ہے۔ انہوں نے دعوی کیا ہے کہ کہ یہ عبارت اس قبر پر مکتوب ہے اور انہوں نے اسے دیکھا ہے ( شیرازہ ج ۴۵ شمارہ ۸ تا ۱۱ ص ۲۶۳۔ ۲۶۴ )

۷۷۔ اوراد فتحیہ میر سید علی ہمدانی ( ۷۸۶ھ ) کی تالیف ہے۔ گمان غالب ہے کہ انہوں نے یہ رسالہ کشمیر کے نو مسلمانوں کے لئے تحریر فرمایا تھا۔ شہید میر سید حسین کا اوراد فتحیہ پر شرح لکھنا اس بات کو بخوبی ثابت کرتا ہے کہ اوراد فتحیہ مذہب شیعہ کے مطابق تھا۔ اوراد فتحیہ کا قدیم ترین نسخہ میر سید عطا اللہ ہمدانی کے ہاتھ سے تحریر کردہ مرحوم حکیم سید کمال الدین ہمدانی کے کتب خانہ علی گڑھ ہندوستان میں موجود ہے اور انہوں نے اسے طبع بھی کروایا تھا۔ میر سید عطا اللہ کا نسب صرف چار پشتوں کے بعد میر سید علی ہمدانی تک پہنچتا ہے اور ان کے نسخہ کو دیگر نسخوں پر ترجیح دی جائے گی۔ اس کے دو سبب ہیں ایک یہ کہ آپ میر سید علی ہمدانی کے عہد سے بالکل نزدیک ہیں اور دوسرا یہ کہ آپ کا تعلق انہی کے خاندان سے ہے اور " اہل البیت ادری بما فی البیت "کا مقولہ ان پر صدق آتا ہے۔ اب رہی اوراد فتحیہ میں اختلاف کی بات اس بارے میں کشمیر کا متعصب مورخ سید علی ماگرے رقمطراز ہے کہ سید احمد کرمانی جو مذہب حنفیہّ کے پیروکار تھے انہوں نے اوراد فتحیہ کے ورد کی ممانعت کی ( تاریخ سید علی ماگرے ص ۵۳ ) اس پابندی کا کیا مطلب تھا؟ جب کہ وہ خود حنفی مذہب سے تعلق رکھتے تھے اس لئے بعید معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اوراد فتحیہ میں کوئی نقص نظر آیا ہو۔ کیا آج حنفی برادران اوراد فتحیہ کا ورد نہیں کرتے ؟ ہمیں اس ممانعت کی اس کے سوا کوئی دوسری وجہ نظر نہیں آتی کہ مذکورہ اوراد فتحیہ مذہب شیعہ سے مطابقت رکھتا تھا۔ کرمانی صاحب کو جب خطرہ محسوس ہوا تو انہوں نے پابندی عائد کر دی اور پھر جب بقول مورخ سید علی انہوں نے میر ہمدانی کو خواب میں دیکھا اور موصوف نے اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ تب جا کر انہوں نے ایک دوسرا اوراد فتحیہ رواج دیا جو زمانہ حاضر میں برادران اہل سنت کے یہاں رائج ہے۔

۷۸۔ مُجھ بوَن ایک سیاحتی مقام ہے جو اننت ناگ سے تقریباً دس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے یہ جگہ آصف جاہ خان نے آباد کرائی تھی اور یہ جگہ باغ آصف آباد کے نام سے بھی معروف تھی ( خلاصۃ التواریخ ص ۲۶۹۔ ۲۷۰ )

۷۹۔ " ٹکرُز " کشمیری زبان میں چھوٹی کلہاڑی کو کہا جاتا ہے۔

۸۰۔ اعیان الشیعہ ج ۶ ص ۲۳

۸۱۔ ہم پہلے ہی تحریر کر چکے کہ فقہ احوط میر عراقی کی کتاب نہیں بلکہ سید محمد نور بخش کی تصنیف ہے۔ سید محمد علی شہید نے کس انداز میں اس کی شرح لکھی معلوم نہیں۔ کیونکہ یہ کتاب ناپید ہے اور شاید ہی اس کا کوئی نسخہ موجود ہو۔ اس لئے اس بارے میں کچھ کہا نہیں جاسکتا۔

۸۲۔ صاحب تحل الجواہر دونوں بزرگواروں کی جائے شہادت کے متعلق خاموش ہیں مرحوم سید حسن معرکہ دار نے لکھا ہے کہ میر سید علی کَریوٗہ گَرند کلان پَرگَنہ دِیمنسو ( بڈگام ) میں شہید ہوئے۔ اور کسی مخلص نے ان کے جسد کو ٹلرزو ( شُمبَل سُو ناوارِی ) لے جاکر دفن کیا ( بیاض حسن ص ۳۴ )

۸۳۔ مرحوم سید باقر معرکہ دار نے شہید سید محمد علی کی تاریخ شہادت " ظلم بے حد " سے ۹۹۴ھ نکالی ہے۔ انہوں نے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی لاش ٹُلرزُو سے جڈہ بل اپنے دادا میر شمس الدین عراقی کے روضہ میں منتقل کی گئی اور میر عراقی کے پہلو میں ان کی قبر قبلہ کی طرف موجود ہے ( صبح طالع ص ۲۷۵۔ ۲۷۷ )

۸۴۔ بیاض حسن ص ۳۴

۸۵۔ کشمیری زبان میں شہد کی مکھی کو ٹلر اور جزیرے کو زو کہتے ہیں۔ تلرزو گاوں جزیرہ نما ٹکڑا تھا جس کے چاروں طرف پانی تھا۔ آج بھی تقریبا اس کے ارد گرد پانی ہے اگرچہ وہاں جانے کے لئے زمینی راستہ بھی موجود ہے۔ میر شہید کا مزار آج بھی یہاں موجود ہے۔ اس کی عمارت حال ہی میں دوبارہ تعمیر ہوئی ہے۔

۸۶۔ نواب محمد ابراہیم خان کا شمار اپنے زمانے کے جید علماء میں ہوتا ہے۔ آپ کے والد امیر الامراء علی مردان خان ( م۱۰۶۸ھ ) تھے۔ آپ نے اپنے عہد کے علماء سے تعلیم حاصل کی اور خصوصی طور پر علامہ جلیل ملا علی رضا تجلی ( م۱۰۵۸ھ ) سے تلمذ اختیار کیا ۔آپ زبان فارسی کے قادر الکلام شاعر بھی تھے اور رفعت تخلص فرماتے تھے۔ مرزا یحییٰ بن سیف خان قزوینی کی بیٹی آپ کے عقد میں تھیں۔ اور خدا نے ان سے دو فرزند زبردست خان اور یعقوب خان عطا فرمائے۔ مرحوم خلد آشیان نواب ابراہیم خان اورنگزیب عالمگیر کی طرف سے کشمیر میں درج ذیل سالوں میں نظامت کے عہدے پر فائز رہے :

۱۔ پہلا دور : ۱۰۷۳ھ ( مدت حکومت : ۱ سال چھ ماہ )

۲۔ دوسرا دور : ۱۰۸۹ھ ( مدت حکومت : ۸ سال )

۳۔ تیسرا دور : ۱۱۱۳ھ ( مدت حکومت : ۵ سال کچھ مہینے )

۴۔ چوتھا دور : ۱۱۲۱ھ ( مدت حکومت : تین مہینے اور اس کے بعد انتقال کر گئے )

نواب ابراہیم خان خود اگرچہ حاکم اور سیاسی امور کے ماہر تھے لیکن مذہبی علوم میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ موصوف بڑے علم دوست تھے چنانچہ انہوں نے اپنے دربار میں علماء فضلاء اور شعرا کو جمع کیا تھا۔ کئی غیر ملکی علماء جو اس وقت اطراف ہند میں مذہب اہل بیتؑ کی

تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ وہ نواب صاحب کی دعوت پر کشمیر آئے انہوں نے کشمیر میں ایک عظیم کتب خانہ بنوایا جس میں تقریبا تیں ہزار کتابیں موجود تھیں۔ اور پھر علماء کی ایک کمیٹی مقرر کر کے ایک گراں قدر کتاب لکھنے کی ہدایت دی جو پھر "البیاض الابراہیمی" کے نام سے معروف ہو گئی۔ موضوع امامت پر یہ لاجواب کتاب ہے۔ ان کے دور کو کشمیر میں تشیع کا زرین دور شمار کیا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا۔ طوالت کے خوف سے ہم اس موضوع پر مزید بحث نہیں کریں گے ورنہ ہم ان کے ادوار حکومت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کر کے اس بات کو ثابت کرتے۔ آئندہ اس موضوع پر مفصل گفتگو کریں گے۔

بہر حال مورخین کشمیر اس بات پر متفق ہیں کہ ابراہیم خان نے اپنے آخری دور حکومت میں تین ماہ حکومت کر کے ۱۲۱۱ھ میں انتقال کیا۔ مرحوم سید حسین عارف نقوی (م ۱۴۳۴ھ) نے ان کا مدفن گوجرانوالہ (پاکستان) لکھا ہے۔ اور نزھۃ الخواطر اور مطلع انوار کو مدارک کی حیثیت سے پیش کیا ہے لیکن مطلع انوار میں ہے کہ نواب صاحب آخری عمر میں گوجرانوالہ میں مقیم ہو گئے۔ اور صاحب نزھۃ الخواطر نے اس حوالے سے کوئی بات نہیں لکھی۔ کشمیر کی تمام تواریخ حتی خواجہ محمد اعظم دیدہ مری جس کا سال وفات ۱۱۷۹ھ ہے اور ابراہیم خان کا ہمعصر ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ آخری دفعہ انہوں نے تین ماہ کشمیر پر حکومت کی اور انتقال کر گئے۔ البتہ صمصامہ الدولہ شہنواز خان نے لکھا ہے کہ ابراہیم خان آخری عمر میں سودھرہ آئے جو لاہور سے تین کوس ہے جس کو وہ اپنا وطن سمجھتے تھے۔ ابھی چند مہینے ہی گزرے تھے کہ وہ طبیعی موت سے فوت ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بڑھاپے کی وجہ سے استعفی دیا ہو گا اور اپنے وطن میں مستقر ہو گئے ہوں گے جہاں ان کا انتقال ہوا۔

( واقعات کشمیر ص ۲۷۳، ۳۶۵؛ تذکرۃ شعرائے کشمیر ص ۹۸۔ ۹۹؛ مختصر تاریخ کشمیر ص ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۸، ۱۵۹؛ تذکرہ علمائے امامیہ پاکستان ص ۸؛ مطلع انوار ص ۳۵۹؛

نزھۃ الخواطر ج ۲ ص ۶۸۳ ۔ ۶۸۴ ؛ مقدمہ البیاض الابراھیمی (خطی) ص ۳ ۔ ۴ ؛ ترجمہ ماثر الامراء ج ۱ ص ۲۰۸ )

۸۷۔ نواب ابراہیم خان نے جب اپنے دور حکومت میں خمس تقسیم کرنے کے لئے سادات کو دعوت دی کہ وہ اپنے مشجرات پیش کر کے اپنی سیادت کا ثبوت پیش کریں (السادۃ فی سیادۃ السادۃ ص ۲۵۷ ۔ ۲۵۸ ) تو علامہ سید عبد الہادی نے اپنا شجرہ نسب پیش کر کے اپنی سیادت کو ثابت کیا تھا ( فصل الخطاب جز ۲، ص ۹ )

۸۸۔ یہ مصحف شریف جو امام موسی کاظم علیہ السلام سے منسوب ہے ۔ آج تک سادات موسوی تلی پورہ چھتہ بل ( سرینگر ) کے پاس محفوظ ہے ۔ راقم نے اس کی زیارت آغا سید شوکت رضوی صاحب کے توسط سے کی تھی اور خود سادات موسوی کے بعض بزرگان بھی موجود تھے ۔ خط کوفی میں تحریر اس مصحف کے آخر پر یوں تحریر ہے :

" فرغ من کتبہ یوم الثلثا الثامن و العشرین من المحرم سنۃ ثلاث و سبع و مأۃ کتبہ موسی الکاظم " ۔

کاغذ پر تحریر یہ قرآن نہایت ہی نفیس نسخہ ہے ۔ اس کے لئے سادات موسوی نے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے اور اس کے لئے ایک مخصوص جگہ بنوائی ہے جہاں مومنین اس کی زیارت کے لئے آتے ہیں ۔ ہر سال اربعین کے موقعہ پر یہاں بہت بڑی مجلس کا انعقاد کیا جاتا ہے اور قرآن کو منظر عام پر کھول کے رکھا جاتا ہے تا کہ مومنین اس کی زیارت کر سکیں ۔ جس عمارت میں مصحف موجود ہے اس کی تجدید تعمیر صفر المظفر ۱۴۲۰ھ کو روز یک شنبہ ہوئی تھی ۔ شاعر معاصر سید شبیب رضوی نے تاریخ یوں کہی ہے :

ببین ای چشم بینا قلب روشن　　　نگار صفحہ باب الحوائج

منور است در فردوس کشمیر          به قرآن روضه باب الحوائج

**۸۹**۔ میر حیدر جن کا ذکر گزر چکا ہے انہی بزرگوار پر کشمیر کے سادات موسوی کی اس شاخ کا سلسلہ نسب منتہی ہوتا ہے۔

**۹۰**۔ یہ کتاب " البیاض الابراہیمی " یا پنج بیاض ابراہیمی کے نام سے موسوم ہے۔ عربی زبان میں یہ کتاب خلد آشیان ملا نواب ابراہیم خان کے دور حکومت میں کشمیر کی سرزمین پر انہی کی ہمت اور حوصلہ افزائی سے لکھی گئی۔ نواب موصوف نے کشمیری اور غیر کشمیری علماء کو اکٹھا کر کے ایک کمیٹی بنائی جنھوں نے اس کتاب کو ترتیب دیا۔ اس کے لئے ایک عظیم کتب خانہ بھی اس کتاب ماخذ کے لئے فراہم کیا جس میں تقریبا تیس ہزار کتابیں موجود تھیں ( مقدمہ البیاض الابراہیمی / ج ا ص ۱۵)

اس کمیٹی کے بعض ممبران حسب ذیل ہیں :

ا۔ ملا عبد الغنی ہمدانی ( م ۱۱۶۹ھ ) ( شیعیان کشمیر ص ۱۹۰ )

۲۔ سید عبد الہادی موسوی ( کحل الجواہر ص ۱۰)

۳۔ سید علی موسوی ( کحل الجواہر ص ۱۰)

۴۔ عبد الحمید سامانی ( کشف الحجب ص ۹۰ )

۵۔ میر علی نقی متخلص بہ سامانی ( تکملہ نجوم السماء ج ا ص ۴۳۲۔ ۴۳۳ )

برصغیر کے مشہور کتاب شناس عالم علامہ سید اعجاز حسین کنتوری ( م ۱۲۸۶ھ ) نے اس کتاب کی سات جلدیں دیکھی ہیں جیسا کہ خود انہوں نے کشف الحجب میں اس بات پر تصریح کی ہے۔ اگرچہ بعض محققین نے اس کتاب کو پنج بیاض ابراہیمی کے نام سے بھی یاد

کیا ہے ( رسالۃ السادۃ فی السیادۃ السادۃ ص ۲۵۸ ) اور ان کا ماننا ہے کہ یہ پانچ بیاضیں تھیں۔ لیکن صاحب کشف الحجب کے بیان سے ان کے اقوال رد ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے سات جلدوں کی تفصیل یوں بیان کی ہے۔

جلد اول: خلیفہ ابو بکر سے متعلق

جلد دوم: خلیفہ عمر سے متعلق

جلد سوم: خلیفہ عثمان سے متعلق

جلد چہارم: ام المومنین عائشہ سے متعلق

جلد پنجم: معاویہ سے متعلق

جلد ششم: امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب اور دیگر آئمہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت کے بیان میں

جلد ہفتم: مذہب اہل بیتؑ کے فروعی مسائل کے بارے میں ( کشف الحجب ص ۹۰۔ ۹۱ ) برصغیر میں یہ پہلی بڑی کتاب ہے جس میں معتبر مصادر اہل سنت سے امیر المومنین امام علی علیہ السلام کی افضیلت اور ان کی امامت کو ثابت کیا گیا ہے۔ اس کے قلمی نسخے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ عہد ابو بکر سے متعلق پہلی جلد کچھ سال پہلے ہی دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

۹۱۔ آپ کا نسب یوں ہے : السید علی بن السید مراد بن السید عبد اللہ بن الشہید السید عبد الغنی بن الشہید السید محمد جبل العاملی بن میر سید سلطان حیدر الشہید۔ آپ کی اولاد آپ کے فرزند سید اسد اللہ سے آگے بڑھی جو چھتہ بل ( سرینگر ) پنجاب اور لاہور کے علاوہ

دیگر علاقوں میں بھی آباد ہیں۔ ( فصل الخطاب جزء ۲ ص ۹) ۔صاحب کحل الجواہر کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ خود چھتہ بل میں ہی سکونت کرتے تھے۔

**۹۲۔** آپ کا پورا نام محمد اسمٰعیل خواجوئی مازندرانی اصفہانی ہے آپ کا شمار اپنے زمانے کے اشہر فقہا میں ہوتا تھا۔ ۱۱ شعبان ۱۱۷۳ھ کو انتقال کیا۔ آپ کی کئی کتابیں چھپ چکی ہیں ( فہرس التراث ج ۲ ص ۶۸۔ ۶۹ )

**۹۳۔** یعنی محمد اکمل الدین محمد بہبہانی جو آیت اللہ العظمی محمد باقر وحید بہبہانی کے والد تھے۔ ان کی کتابوں میں سے شرح ارشاد الاذہان بتائی جاتی ہے۔ ( طبقات اعلام الشیعہ ج ۹ ص ۷۴۔ ۷۵ )

**۹۴۔** شیخ یوسف بن احمد بن ابراہیم درازی بحرانی آل عصفور فقیہ، عالم، فاضل اور محدث تھے۔ آپ کی ولادت ۱۱۰۷ھ میں ہوئی اور روز دوشنبہ ۴ ربیع الاول ۱۱۸۶ھ کو کربلا میں انتقال کیا۔ آپ نے اگرچہ بہت ساری کتابیں لکھیں ہیں لیکن مشہور ترین کتاب "الحدائق الناضرۃ فی احکام العترۃ الطاہرۃ" ہے۔ جیسا کہ صاحب کحل الجواہر نے بھی صاحب الحدائق لکھ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ۲۵ جلدوں پر مشتمل یہ کتاب کئی دفعہ چھپ چکی ہے ( فہرس التراث ج ۲ ص ۷۶۔ ۷۷ )

**۹۵۔** سید انیس کاظمی صاحب نے اپنی کئی کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ کتاب سات جلدوں پر مشتمل ہے ( گلستان زہرا ص ۱۸ ) لیکن ہمیں ابھی تک اس حوالے سے ایسی کوئی بات معلوم نہ ہوئی اور نہ ہی صاحب کحل الجواہر نے اس طرف کوئی اشارہ فرمایا ہے۔ یہ کتاب غیر مطبوعہ اور نایاب ہے۔

۹۶۔ میر سید علی ہمدانی ( ۷۸۶ ھ ) کی فضائل اہل بیتؑ پر مشتمل کتاب مودۃ القربیٰ کی شرح ہے جو مفقود اور غیر مطبوعہ ہے۔

۹۷۔ یہ مسجد "مسجد سنگین"، "مسجد نو"، "مسجد شاہی" اور "پتھر مسجد کے نام سے معروف ہے۔ دریائے جہلم کے بائیں کنارے خانقاہ میر سید علی ہمدانی کے مقابل واقع ہے۔ ملکہ نور جہاں نے ۱۰۳۲ھ میں اس کو شیعوں کے لیئے تعمیر کرایا جب شیعوں کے لئے جامع مسجد کے دروازے بند ہوگئے۔ مسجد کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد شیعیان کشمیر اس میں نماز پڑھتے تھے لیکن یہ سلسلہ تب ختم ہوا جب مغل اور پٹھان حکمران کشمیر پر چھاگئے۔ ان کے دور میں ظلم و ستم کی وجہ سے شیعہ اس مسجد سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ اور یہ یوں ہی بند پڑی رہی۔ پھر دوسرے فرقہ کے لوگوں نے اس پر اپنا قبضہ جمایا لیکن ان نام نہاد مسلمانوں نے اسے بطور مسجد استعمال نہیں کیا کیونکہ اس مسجد کو ایک شیعہ خاتون نے تعمیر کیا تھا۔ یہ مسجد آج بھی موجود اور فن معماری کا نمونہ ہے (شیعیان کشمیر ص ۲۲۲۔۲۲۵)

۹۸۔ افغانستان کے حکمران احمد شاہ ابدالی نے ۱۱۶۷ھ میں راجہ سکھ جیوَن کو کشمیر کا صوبیدار مقرر کیا اور اس نے ۸ سال ۴ ماہ اور ۸ روز کشمیر پر حکومت کی۔ حکومت کی اسلام دشمنی پالیسی دیکھ کر شیعیان کشمیر نے صدائے احتجاج بلند کی اور شہزادہ بلخی اور آقا سید حسین کے علاوہ دیگر افراد میدان میں آگئے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ شہزادہ بلخی نے راجہ سکھ جیون کو خنجر سے زخمی کر دیا اور تقریباً پچاس سواروں کے ہمراہ اس کا مقابلہ کیا۔ لیکن راجہ سکھ جیون کے سکھ ساتھی آپہنچے اور انہوں نے شہزادہ بلخی اور آقا حسین کے ساتھ ساتھ ان کے ساتھیوں کو بھی شہید کر دیا اور سارا شہر زالڈ گر سے پاندان تک لوٹا گیا ( تاریخ حسن ج ۲ ص ۶۵۹؛ تاریخ کشمیر فوق ص ۵۸۸۔۵۸۹ ) یہ واقعہ ۱۱۷۱ھ کو پیش آیا لیکن صاحب

کحل الجواہر کے مطابق تاریخ سال شہادت " سید المظلومین " سے برآمد ہوتا ہے جو ۱۱۸۱ھ بنتا ہے جو صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ واقعہ سکھ جیون کے عہد حکومت میں پیش آیا اور اس نے ۱۱۶۷ھ سے آٹھ سال حکومت کی اور اس کے بعد ۱۱۷۵ھ میں نور الدین خان حکمران ہوا۔ ( مختصر تاریخ کشمیر ص ۱۷۸ )

**۹۹۔** شیخ الرئیس بو علی سینا کی کتاب قانون کی شرح ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ طبابت اور حکمت میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔

**۱۰۰۔** مفتاح الفلاح کے نام سے کئی کتابیں لکھی گئیں ہیں لیکن یہاں مفتاح الفلاح کے نام سے کون سی کتاب مراد ہے معلوم نہیں۔ البتہ احتمال قوی یہ ہے کہ یہ کتاب وہی مفتاح الفلاح ہے جو مترجم کے استاد ملا محمد اسمٰعیل بن حسین مازندرانی خواجوئی کی تالیف " مفتاح الفلاح ومصباح النجاح " ہے۔ جو دعائے صباح کی شرح ہے ( الذریعہ ج ۲۱ ص ۳۳۹ )

**۱۰۱۔** آپ کا انتقال ۱۲۲۵ھ کو اسی علاقہ دیوسر میں ہوا ( دانشنامہ شیعیان کشمیر ج ا ص ۱۷۲ )

**۱۰۲۔** تاریخ حسن ج ۲ ص ۶۹۷

**۱۰۳۔** جمعہ خان الکوزی ۲۷ ذی قعدہ ۱۲۰۲ھ کو کشمیر کا حکمران بنا۔ اس کے تقریبا ایک سال بعد یعنی ۱۲۰۳ھ کے قریب حسن آباد میں شیعوں نے ایک امام باڑہ بنوایا تھا۔ اس نے اپنے نائب اسلام خان کو اس امر کی تحقیق کے لئے بھیجا۔ چونکہ یہ صحیح تھا۔ اس لئے دوسرے روز جمعہ کے دن محبت خان نے شیعوں کی موجودگی میں اس امام باڑے کو گرا دیا۔ (تاریخ حسن ج ۲ ص ۶۹۸) ۔ حسن آباد میں آج جو مرکزی امام باڑہ موجود ہے قرائن

سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سکھ دور حکومت میں بنایا گیا۔ کیونکہ ۱۲۳۴ھ تک کشمیر پر افغانوں نے حکومت کی اور ان کے دور حکومت میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ مسلمان ہونے کے باوجود بھی انہوں نے امام باڑہ حسن آباد کو منہدم کیا۔ ۱۲۳۴ھ سے سکھ دور شروع ہوا اس لئے شیعہ نسبتاً ذرا آزاد رہے اسی دور میں خانقاہ معلیٰ (سرینگر) کے مشہور و معروف رئیس مرزا محمد علی رحمہ اللہ نے عزاداری کو رواج دینے کے لئے ہر ممکن کوشش کی اور اپنی دولت پانی کی طرح بہائی۔ انہوں نے حسن آباد میں مقیم میر آغا سید زمان شاہ سے مشورت کر کے ان ہی کی سربراہی میں اس امام باڑے کی تعمیر کا آغاز کیا۔ جیسا کہ ان کاغذات سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو آج بھی میر بحری (سرینگر) کے اشرف محلّہ میں بعض مومنین کے پاس محفوظ ہیں۔ اہل محلّہ کے جد رحمٰن اشرف اس امام باڑے کے ٹھیکہ دار تھے۔ خود میر آغا سید زمان شاہ ۱۳۰۵ھ میں جب فوت ہوئے تو اس امام باڑے کی تعمیر مکمل ہو چکی تھی۔ ان کے بعد یہ ان کی اولاد کے پاس رہا یہاں تک کہ حکومت جموں و کشمیر کے فیصلے کے مطابق انہوں نے یہ امام باڑہ آغا صاحب بڈگام کے سپرد کیا۔

۱۰۴۔ یہ فساد بلند خان بامزئی کے دور میں کشمیر میں رونما ہوا۔ اس نے کشمیر پر دو سال ۱۱۷۵ھ۔ ۱۱۷۷ھ تک حکومت کی۔ اس تاراج کو مورخ پیر غلام حسن کویہامی نے تاراج ہفتم کے نام سے یاد کیا ہے اور یہی صاحب تحل الجواہر والی روایت نقل کی ہے (تاریخ حسن ج ۱ ص ۴۹۰ ج ۲ ص ۶۶۳؛ مختصر تاریخ کشمیر ص ۱۲۹)۔ اس تاراج کا بہانہ یہ بنایا گیا کہ شیعوں نے خواجہ حبیب اللہ نوشہری کی شان میں بے ادبی کی ہے۔ اس کو بہانہ بنا کر ہزاروں افراد کو قتل کیا گیا اور نہ جانے کتنے گھروں کو نذر آتش کر کے ویران کر دیا گیا۔ خدا کے لئے ان سے کوئی یہ پوچھے کہ کیوں شیعہ خواجہ حبیب اللہ نوشہری کو برا بھلا کہتے؟ جبکہ کشمیر میں بہت سارے علمائے اہل سنت ایسے گزرے ہیں جو اپنی شیعہ دشمنی میں نظیر نہ

رکھتے تھے۔ اگر بالفرض محال شیعوں کو برا ہی کہنا ہوتا تو سب سے پہلے ان کی برائی کرتے نہ کہ خواجہ حبیب اللہ نوشہری کی جن کا شمار شعرا اور بزرگان شہر میں ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کون سی مثال دلا سکتا ہوں کہ صاحب کحل الجواہر علامہ سید علی موسوی ایک شیعہ عالم ہونے کے باوجود خواجہ حبیب اللہ کا نام کس طرح ادب واحترام سے لیتے ہیں۔ اور انہیں بزرگان شہر میں شمار کرتے ہوئے شاعر دہر جیسے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ جب علمائے شیعہ خواجہ حبیب اللہ کا احترام کرتے آئے ہیں تو عوام کی کیا مجال کہ ان کی شان میں گستاخی کرتے۔ یہ صرف ایک بہانہ تھا اور بس!

**۱۰۵۔** تاریخ حسن ج ۲ ص ۶۶۳

**۱۰۶۔** سید امیر کے تین برادر سید ہادی، سید مہدی اور سید کاظم تھے (فصل الخطاب جزء ۲ ص ۹) ۔ سید ہادی تو ہو نہیں سکتے کیونکہ وہ ۱۲۰۳ھ میں زندہ تھے اور انہیں امام بارہ کی بنیاد ڈالنے پر شہر بدر کیا گیا تھا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے لہٰذا سید مہدی اور سید کاظم میں سے ایک ہوں گے جو اس فساد میں شہید کئے گئے۔

**۱۰۷۔** کریم داد خان نے ۱۱۹۰ھ سے لے کر ۱۱۹۷ھ تک ۶ سال اور ۶ ماہ کشمیر پر حکومت کی۔ مورخین کشمیر خواہ شیعہ ہوں یا سنی انہوں نے اس شخص کو ظالم اور سفاک کہا ہے۔ اس نے کشمیریوں پر بے انتہا مظالم کئے خاص طور سے شیعوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے۔ اس نے انور ملک کو بلا قصور بے دردی سے قتل کیا اور لاش کو خانقاہ نقشبندی کے دروازے پر آویزاں کر دیا (تاریخ حسن ج ۲ ص ۶۸۷) ۔ مورخ حسن کی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بہت ہی متعصب اور جانبدار مورخ تھا۔ اس نے کریم داد خان کے مظالم تو کھل کر بیان کئے ہیں اور اس کی مذمت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ لیکن جب اسی ظالم شخص کے شیعوں پر ظلم اور

ستم کی داستان بیان کرتا ہے تو لکھتا ہے کہ " اہل تشیع راز جر و توبیخ نمود ( تاریخ حسن ج ۲ ص ۶۸۶ ) ۔ اور اس کے الفاظ سے واضح ہے کہ مورخ حسن نے اس سفاک شخص کا دفاع کرنے کی کوشش کی ہے۔ گویا وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ شیعہ زجر اور توبیخ کے مستحق تھے۔ اسی حسن نے انور ملک کو خواجہ کمال الدین کا قاتل بتلایا ہے۔ کیونکہ بیچارا انوار ملک شیعہ تھا اور کریم داد خان نے اسے بے دردی سے قتل کیا۔ تو مورخ حسن کو اپنے ہم مسلک کی وکالت کے خاطر کوئی بہانہ تراشنا ہی تو تھا اس لئے اسے خواجہ کمال کا قاتل بتلایا۔ جب انسان اپنی آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ لیتا ہے تو اسے اس بات کا ہرگز احساس نہیں ہوتا کہ مورخ ہونے کی حیثیت سے اسے امانتداری اور غیر جانبداری سے کام لینا چاہیے لیکن. برا ہو تعصب کا کہ جس نے مورخ حسن کو ایک ایسے شخص کا صرف اس کے ہم مسلک ہونے کی وجہ سے دفاع کرنے پر مجبور کیا جس کے سر کشمیر کی ایک ہزار بیٹیوں کی عصمت لوٹنے کا الزام ہے ( مختصر تاریخ کشمیر ص ۱۸۱ ) فرق نہیں پڑتا کہ وہ عورتیں شیعہ تھیں یا سنی؟ یا یہ کہ غیر مسلمان تھیں لیکن وہ بہر حال انسان اور ہماری سرزمین کی عزت و آبرو تھیں۔

۱۰۸۔ تاریخ نے اس لوٹ مار کو تاراج نہم شیعیان کے نام سے بیان کیا ہے چنانچہ مورخ حسن کے بیان کا خلاصہ یوں ہے کہ ۱۲۴۶ھ میں بھمان سنگھ کی نظامت میں خوشحال سر جڈ بل ( سرینگر ) کے تالاب سے جو گھاس فرش بنانے کے لئے اگتی تھی ۔ ابراہیم خان کے عہد سے اس کا نصف حصہ جامع مسجد کو ملتا تھا اور نصف سے امام باڑہ جڈ بل کا فرش بنتا تھا۔ اس سال چونکہ سکھوں کی حکومت تھی اس لئے شیعوں نے اپنی اندرونی شرارت کو ظاہر کیا اور اس سال جامع مسجد والی گھاس کے حصے کو عمداً ماتم سراء کے لئے فرش کیا۔ سنیوں نے باہم مشورت کر کے غرہ محرم کو اپنا مقدمہ ناظم کے پاس پیش کیا۔ بھمان سنگھ نے حکم دیا کہ اس گھاس یا فرش کو جامع مسجد پہنچایا جائے۔ لیکن شیعوں نے چند روز غفلت سے کام لیا اور

گھاس کو جامع مسجد نہ پہنچایا۔ اس کے علاوہ عاشورا کے دن تبرا کیا اور شہدا کے تابوت کی شبیہ بنالی کچھ سنی حضرات بہمان سنگھ کے پاس استغاثہ لے کر گئے کہ ابھی تک جامع مسجد کے فرش کی گھاس نہیں لوٹائی گئی۔ بھمان سنگھ نے اپنے دو سپاہی ان کے ہمراہ کر دیئے اور حکم دیا کہ ماتم سرا سے وہ فرش اٹھا کر جامع مسجد پہنچا دیا جائے۔ سنی حضرات ان سپاہیوں کے ہمراہ ماتم سرا سے فرش اٹھانے لگے۔ اس پر شیعہ ناراض ہو گئے اور بات بگڑ گئی اور جنگ و جدل پر نوبت آگئی۔ اسی وقت تمام باشندگان شہر کو اطلاع ہوئی انہوں نے شیعوں کا قتل عام کیا۔ ان کے مکانات جلا ڈالے ان کا مال و اسباب لوٹا اور ایک دو پہر میں سب کچھ فنا کر دیا۔ یہاں تک کہ ان کی ناموس کی بے حرمتی کی اور ان کی شرمگاہوں کو خنجروں سے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کیئے گئے۔ ( تاریخ حسن ج ا ص ۴۹۱ ۔ ۴۹۲ )

استغفر اللہ ! خدایا ! یہ ظلم کی انتہا ہے ایسے اخلاق سوز اور فعل شنیع انجام دینے والے لوگ کیا کبھی مسلمان بھی ہو سکتے ہیں؟ خدا نے کیا ایسے لوگوں کے لئے ہی نہیں فرمایا

اولئك كالانعام بل هم اضل ( الاعراف/ ۱۷۹ )

یعنی وہ جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔

صبح قیامت تک ایسے ہی لوگوں کے سبب بنی نوع آدم شرمندہ رہے گی۔ جانے دیجیئے، اب ذرا مورخ حسن کی طرف آتے ہیں جس نے اس لوٹ مار اور ظلم و طغیان کے عوض بڑا ہی سستا بہانا تراشا ہے اور اپنے ہم مسلکوں کے دفاع میں اپنی پوری طاقت صرف کی ہے۔ لیکن اسے شاید یہ معلوم نہ تھا کہ جھوٹ کے پیر نہیں ہوتے۔ ہم انصاف پسند لوگوں سے ضرور پوچھنا چاہیں گے کہ کیا اس گھاس کی قیمت اتنی جانیں اور اتنا مال و اسباب تھا؟ صرف ایک معمولی گھاس کی خاطر جنت بل کی زمین کو لالہ زار بنایا گیا۔ آیئے اور دیکھیے ہم مورخ

حسن کے جھوٹ کی نقاب کشی کیسے کرتے ہیں۔ حسن لکھتا ہے کہ ابراہیم خان کے عہد سے یہ گھاس امام باڑہ جڈبل اور جامع مسجد کے درمیان برابر تقسیم ہوتی تھی۔ اس سے بڑھ کر ایک شیعہ صوبیدار مرحوم خلد آشیان نواب ملا ابراہیم خان کے انصاف اور عدالت کی کون سی مثال مل سکتی ہے کہ آنجناب نے گھاس جیسی معمولی چیز تک کو برابر شیعوں اور سنیوں میں تقسیم کرایا۔ پھر حسن لکھتا ہے کہ شیعوں نے ۱۲۴۶ھ میں سکھ حکومت کے بل بوتے پر عمداً جامع مسجد کا فرش ماتم سراء ( امام باڑہ جڈبل ) کے لئے مختص کر دیا۔ یہ سفید جھوٹ ہے کیونکہ اگر شیعوں نے سکھ حکومت کی وجہ سے ایسا کیا ہوتا۔ تو سکھوں کی حکومت ۱۲۳۴ھ سے شروع ہوئی ( تاریخ کشمیر فوق ص ۶۴۰ ) اس سے پہلے یہ کام کیوں نہ کیا گیا۔ پھر آگے حسن کہتا ہے کہ سنی حضرات اپنا استغاثہ لے کر بھمان سنگھ کے پاس گئے لیکن اس کے حکم کی تعمیل نہ کی گئی اور بالآخر سنی حضرات کو حکومت کی طرف سے دو سپاہی ملے تاکہ روز عاشوار وہ امام باڑے سے فرش اٹھا کر جامع مسجد لے کر آئے۔ حسن کو حکمران بھی اپنے ہی جیسے لگتے ہیں۔ اس مؤرخ سے ذرا کوئی یہ پوچھے کہ کون سا حکمران اتنا بڑا بے وقوف ہو گا جو عین عاشورا کے دن جب شیعوں کا بہت بڑا ہجوم امام باڑہ جڈبل میں عزاداری ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلام کے لئے جمع ہوتا ہے یہ حکم دے گا کہ وہاں سے فرش اٹھا کر جامع مسجد منتقل کیا جائے جبکہ اس سے فتنے کا اندیشہ بھی ہے اور ہر گز کوئی حاکم یہ نہیں چاہے گا کہ اس کے دور حکومت میں فساد ہو جائے۔ اور سب سے زیادہ ہنسنے والی بات تو یہ کہ دو سپاہیوں کے ہمراہ چند افراد یہ فرش اٹھانے کے لئے امام باڑے میں گئے اور وہ بھی عاشورا کے روز!! جب حاکم اور ان مٹھی بھر افراد نے پہلے سے ہی فساد کا احتمال دیا تھا جب ہی تو سپاہی ہمراہ کئے تھے۔ تو کیوں حکمران نے ان کے ساتھ فوج نہ بھیجی؟ وہ نہ دو آدمیوں کا مقابلہ کرنے گئے تھے اور نہ ہی سرکس میں بازیگری کے لئے جا رہے تھے۔ ایک قلیل

جماعت کیسے عاشورا کے روز جمع ہوئی ایک بڑی جمعیت کا مقابلہ کر سکتی ہے ؟اور پھر کیوں یہی روز عاشورافرش مانگنے کے لئے انتخاب کیا گیا؟ کیا اگلے دن کا سورج طلوع نہ ہوتا ؟۔ پھر حسن لکھتا ہے کہ صرف ایک دوپہر میں سب کچھ فنا کر دیا گیا۔ اے حسن ! یہ کیسی جنگ تھی کہ انگشت شمار لوگوں نے ہزاروں افراد کا مقابلہ کیااور ان کے حریم میں داخل ہو کران کے آشیانوں کو پھونک دیا۔ مال واسباب لوٹ کران کی عورتوں کی عصمت طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس پر طرہ یہ وہ لکھتاہے کہ یہ خبر چند پلوں میں پھیلی اور پورے شہر کو اطلاع ہوئی اور لوگوں نے شیعوں پر حملہ کر دیا۔ ہاں اگرآج کا زمانہ ہوتااور میڈیااور لاؤڈ اسپیکر موجود ہوتاشاید ہمیں حسن کی باتوں پریقین آتا لیکن اس زمانے میں تو ایسے وسائل مہیا نہ تھے کہ صرف ایک دوپہرمیں اس تعداد میں لوگ جمع ہو جاتےاور وہ جنگ بل جیسے بڑے محلے کو ویران کر کے چلے جاتے !

مورخ حسن ! تم نے فرش کا یہ قصہ گڑھ کر قارئین کے سامنے تورکھ دیا۔ اے کاش ! تم نے اس سے پہلے یہ سوچا ہوتا کہ کوئی عقلمند اسے قبول بھی کرے گا؟ تمہارے اپنے ہی اس جعلی داستان کوپڑھ کرہنس پڑیں گے۔

**۱۰۹۔ محمد بن عبد الصمد** حسینی اصفہانی شہشہانی کا شمار فقہاء اور مدرسین میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی تدریس وتالیف میں گزاری یہاں تک کہ وہ اصفہان میں مرجعیت کے مقام پر فائز ہوئے۔ فقہ اور اصول میں انہوں نے کئی کتابیں تالیف فرمائیں اور انہوں نے ابی عبد اللہ الحسین علیہ السلام پر مرثیے بھی کہے۔ان کا انتقال ۱۲۸۷ھ کو اصفہان میں ہوا۔( طبقات الفقہاء ج ۱۳اص ۴۷۲۔ ۴۷۳ )

۱۱۰۔ مرتضی بن محمد امین انصاری دزفولی نجفی اپنے عہد کے اکابر فقہاء میں سے تھے۔ وہ دزفول ایران میں ۱۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ مختلف شہروں میں تعلیم حاصل کر کے آخر کار ۱۲۴۶ھ کو نجف میں ساکن ہو گئے۔ اور درس و بحث کے علاوہ تالیف وتدریس میں مشغول ہوگئے وہ اپنی آخری عمر میں دنیائے تشیع کے زعیم اور مرجع بزرگ تھے۔ فقہ واصول میں ان کی کتابیں آج بھی حوزہ علمیہ میں داخل نصاب ہیں۔ وہ نجف میں ۱۲۸۱ھ کو انتقال کر گئے اور حرم امیر المومنین علیہ السلام کے ایک حجرہ میں دفن ہوئے۔ (طبقات الفقہاء ج ۱۳ص ۶۵۴۔۶۵۷)

۱۱۱۔ یہ بات مسلم ہے کہ امام خمینیؒ سادات موسوی کے چشم وچراغ اور کشمیری الاصل ہیں۔ ایران کا اسلامی انقلاب کامیاب ہونے کے بعد جب امام خمینیؒ کی شخصیت اُبھر کر دنیا کے سامنے آگئی اور یہ بات مشہور ہو گئی کہ وہ کشمیر میں سادات موسوی کے کسی ایک خاندان سے تعلق رکھتے ہیں تو کشمیر میں بعض حضرات نے انہیں تین مختلف نسبی سلسلوں سے جوڑنے کی کوشش کی جو تحقیقی معیار پر کھرے نہیں اترتے۔ اس حوالے سے ہم پہلے امام خمینیؒ کے بڑے بھائی آیت اللہ سید مرتضی پسندیدہ کے بیان کو نقل کریں گے جنہوں نے اپنے خاندان اور جد امجد سید احمد کے متعلق مختصر توضیح دی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے جد اعلی سید دین علی شاہ تھے جیسا کہ کاغذات اور قبالہ جات میں ہمارے دادا سید احمد ہندی کی ولدیت اسی طرح لکھی ہے۔ وہ ۱۲۴۰ھ سے ۱۲۵۰ھ تک کے درمیانی سالوں میں کشمیر سے عتبات عالیات یا زیارت کے قصد سے گئے تھے یا انہیں جلا وطن کیا گیا تھا۔ ہم نے بزرگان سے سنا ہے کہ وہ عراق میں یوسف خان جو خمین کے ایک دیہات فرفاہان کے رہنے والے تھے اور دیگر زائرین سے آشنا ہوئے۔ انہی کے خواہش پر وہ خمین میں آکر ساکن

ہو گئے۔ اگرچہ یہ مطلب کہ وہ یوسف خان کے ساتھ خمین آئے کسی قبالہ یا سند سے نقل نہیں ہوا ہے لیکن اس بات پر ٹھوس شواہد موجود ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ خود سید احمد ہندی نے یوسف خان کی تاریخ وفات جنات الخلود کے جلد پر یوں لکھی ہے " تاریخ فوت شدن مرحوم یوسف خان در شب جمعہ ۲۷ رجب المرجب سنۃ ۱۲۰۲ "

یہ تاریخ ہجری شمسی کے مطابق ہے۔ [ یہ تاریخ معادل ہے ۱۲۳۸ھ روز چہار شنبہ ] اور یہ دلیل ہے کہ مرحوم سید احمد ہندی ۱۲۴۰ھ سے پہلے وارد خمین ہوئے تھے۔ اور انہوں نے ۱۵ ربیع الثانی ۱۲۵۵ھ کو خمین میں ایک عمارت بھی خریدی تھی۔ اور ۱۷ رمضان ۱۲۵۷ھ کو یوسف خان کی بہن سکینہ خانم سے شادی کی تھی جیسا کہ مہر نامہ اور قبالہ خانہ میں موجود ہے۔ اور ۱۲۵۵ھ سے پہلے ان کی دیگر دو بیویاں تھیں جن کا نام خانم بنت عابد گلپیگانی اور بی بی جان خانم بنت کربلایی سبز علی خمینی تھا۔ وہ اچھی زندگی بسر کرتے رہے حتی کہ ان کے یہاں نوکر چاکر بھی تھے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں ان کا اعیال اور اولاد نہ تھے ایک شاہد کے مطابق وہ صاحب عبقات کے خاندان سے تھے۔ لیکن میرے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں۔ صرف یہ کہ میں نے بعض لوگوں سے ایسا سنا ہے ۔ ہمیں اپنے دادا کے اسفار سے متعلق کوئی بھی اطلاع نہیں ہے۔ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بڑے سخت تھے۔ فارسی بولنے اور لکھنے پر مسلط نہ تھے۔ وہ ۱۲۸۶ھ میں زندہ نہ تھے۔ ( یعنی ان کا انتقال اس سے پہلے ہی ہو گیا تھا) ان کے فوت ہونے کے وقت ان کی تمام اولاد زندہ تھی جن کے نام یوں ہیں:

۱۔ سید مرتضی معروف بہ سید آقا

۲۔ سید مصطفیٰ ( امام خمینیؒ کے والد بزرگوار )

۳۔ سلطان خانم

۴۔ آغا بانو خانم

۵۔ صاحب خانم

( خاطرات ص ۴۱۔۵۶ )

آقای سید انیس کاظمی صاحب نے اپنے کئی مقالات اور کتابوں میں تکمل الجواہر میں مذکور سید احمد کو امام خمینیؒ کا دادا بتایا ہے اور اس سلسلے میں مختلف شجرے ترتیب دیئے ہیں۔ ( گلستان زہرا ص ۲۴ )

لیکن کاظمی صاحب کا یہ دعویٰ درج ذیل دلائل کی بناپر صحیح نہیں ہے۔

اولاً: آیت اللہ سید مرتضی پسندیدہ نے سید احمد کے والد کا نام دین علی شاہ لکھا ہے۔ جبکہ تکمل الجواہر اور دیگر قلمی مشجرات میں موجود سید احمد کے والد کا نام سید بزرگ ہے۔

ثانیاً: تکمل الجواہر کے مطابق سید احمد کے دادا سید صفدر بڑھاپے میں ۱۲۴۶ھ کو کشمیر چھوڑ کر چلے گئے اور ان کے بیٹے سید بزرگ لکھنؤ میں ہی رہنے لگے اور پھر ان کے بیٹے سید احمد ۱۲۶۱ھ کو قم کے اطراف میں بطور خانہ داماد گئے۔ خود انیس کاظمی صاحب نے بھی ان کا ایران جانا ۱۲۶۱ھ میں قبول کیا ہے ( گلستان زہرا ص ۲۴ ) جبکہ امام خمینیؒ کے دادا خانہ داماد نہیں تھے بلکہ انہوں نے تین شادیاں کیں اور آیت اللہ پسندیدہ کے مطابق ۱۲۳۸ھ سے پہلے وہ خمین آئے تھے۔ جیسا کہ خود ان کے دادا کے ہاتھ سے لکھی ہوئی یہ تاریخ موجود ہے۔ معلوم نہیں کہ سید صفدر کے پوتے سید احمد ۱۲۳۸ ھ میں پیدا بھی ہوئے تھے یا نہیں۔ کیونکہ ان کا ایران جانا ان کی شادی سے مربوط ہے اس لئے احتمال قوی یہی ہے کہ ان کا تولد ۱۲۳۸ھ کے آس پاس ہونا چاہیے اور ۱۲۶۱ھ میں وہ جوان تھے اسی لئے وہ انہی

سالوں میں قم شادی کرنے کے لئے گئے۔ لیکن امام خمینیؒ کے دادا نے اس سے پہلے شادیاں کیں تھیں اور قم میں کوئی شادی نہیں کی تھی۔

ثالثاً: امام خمینیؒ کے دادا عتبات عالیات سے خمین گئے تھے۔ لیکن کحل الجواہر کے مطابق سید احمد کشمیر سے سیدھے ایران گئے تھے معلوم نہیں کن دلائل کو مدنظر رکھ کر آقای سید انیس کاظمی صاحب نے امام خمینیؒ کو سید احمد بن سید بزرگ کا پوتا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جبکہ دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہے دونوں کا ہم نام یا کشمیری الاصل ہونا ہرگز اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ دونوں ایک ہی ہیں۔ جب خود آیت اللہ پسندیدہ یہ کہہ چکے کہ دین علی شاہ سے پہلے ہمیں اپنے اجداد کے بارے میں کوئی اطلاعات نہیں۔ تو کشمیر میں بیٹھ کر کوئی کیسے ان اطلاعات کو مدارک اور اسناد کے بغیر فراہم کر سکتا ہے۔

اسی طرح مرحوم حجۃ الاسلام والمسلمین ڈاکٹر سید فاضل شاہ موسوی خلخالی زادہ نے لکھا ہے کہ ۱۲۰۰ھ میں امام خمینیؒ کے جد سید احمد کشمیر سے کربلا گئے اور وہاں سے خمین تشریف لے گئے۔ وہ آغا بزرگ بن صفدر کے فرزند تھے جو کہ میر شمس الدین عراقی کی ذریت سے ہیں (ضمیمہ شجرہ طیبہ عدد ۲ ص ۴) ان کا یہ دعوی سرے سے ہی باطل ہے کیونکہ جس نسبی سلسلہ سے انہوں نے سید احمد کو ملایا ہے وہ سید سلطان حیدر کی نسل سے ہیں نہ کہ میر عراقی کی نسل سے جیسا کہ کحل الجواہر کے علاوہ دیگر تمام قلمی مشجرات میں موجود ہے۔
اس کے علاوہ ۱۲۰۰ھ میں سید احمد کا کربلا جانا کسی بھی مدرک اور ماخذ کی روشنی میں صحیح نہیں۔ ابھی حال ہی میں حجۃ الاسلام والمسلمین آقا سید محمد باقر موسوی صاحب نے اپنی کتاب میں ایک مقالہ " ہمارے جد اعلی آیت اللہ العظمی آقا سید مہدی کے ایک مفقود الخبر برادر سید احمد " کے عنوان سے تحریر فرمایا ہے۔ اگرچہ بظاہر انہوں نے امام خمینیؒ کا ان کے خاندان سے ہونے کا دعوی تو نہیں کیا لیکن وہ مقالے کے آخر میں لکھتے ہیں: چونکہ ہمارے

خاندان کے بزرگ نے اس انتساب کا کوئی دعویٰ نہیں کیا ہے تو ہم بھی یہ قطعی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ امام خمینیؒ کے جد امجد جو سید احمد کے نام سے موسوم تھے وہ ہمارے خاندان کے مفقود الخبر سید احمد تھے۔ اب جو ہم نے ان کے متعلق کچھ باتیں لکھیں تو یہ حکایت کے طور پر ہیں نہ کہ کسی واقعی دعوے کی بنیاد پر۔ (تجلیات / ص ۶۳) اگر موصوف کے بزرگان بالفرض یہ دعویٰ کر بھی لیتے تب بھی محال ہے کہ اس بات کو قبول کیا جائے۔ کیونکہ ادھر سید احمد کے والد کا نام سید حیدر ہے (تجلیات ص ۵۱) لیکن امام خمینیؒ کے دادا سید احمد کے والد کا نام دین علی شاہ ہے جو آپس میں ہرگز میل نہیں کھاتے۔ جب حقیقت اس قدر واضح ہو تو حکایت کس بات کی؟

۱۱۲۔ علامہ سید میر رضا ۱۰ محرم الحرام روز عاشور ۱۲۶۴ھ کو تاراج نہم شیعیان کشمیر کے دوران شہید ہوئے۔ جب وہ امام باڑہ جڈہ بل میں مجلس پڑھ رہے تھے۔ اور مخالفین نے اس میں آگ لگادی جیسا کہ ہم گذشتہ اوراق میں بیان کر چکے۔

۱۱۳۔ فاضل خان نے ۱۱۰۹ھ سے ۱۱۱۳ھ تک تین سال چھ ماہ کشمیر پر حکومت کی (تاریخ کشمیر فوق / ص ۵۳۷) اور یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی کہ سید احمد، فاضل خان کے عہد میں شخصیت بن کر ابھرے ہوں گے البتہ ممکن ہے کہ بعد میں ایسا ہوا ہو کیونکہ خود صاحب کحل الجواہر نے سید احمد کے دادا آقا سید عبد الہادی کے بارے میں لکھا ہے کہ ابراہیم خان انہیں عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے اور انہیں " البیاض الابراہیمی " کے ادارہ مصنفین کا ممبر بھی بنالیا تھا۔ جبکہ ابراہیم خان کا پانچ سالہ دور ۱۱۱۳ھ سے ۱۱۱۸ھ تک رہا اور عین ممکن ہے کہ البیاض الابراہیمی اسی دور میں لکھی گئی۔ تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ پوتا سید احمد اپنے دادا آقا سید عبد الہادی سے پہلے مورد احترام اور رئیس سادات قرار پائے۔ لگتا ہے

کہ صاحب کحل الجواہر سے تسامح ہو گیا ہے کہ انہوں نے فاضل خان کے عہد میں سید احمد کا رئیس سادات ہونا لکھا ہے۔ جبکہ ان کی مراد کوئی دوسرا عہد تھا۔

۱۱۴۔ تاریخ حسن ج ۲ ص ۶۷۳۔ ۶۷۴

۱۱۵۔ مولیٰ محمد شریف بن مولیٰ حسن علی آملی مازندرانی حائری معروف بہ شریف العلماء کا شمار اپنے زمانے کے بزرگ علماء اور مجتہدین میں ہوتا ہے۔ آپ نے تعلیم کا آغاز کربلا سے کیا اور صاحب ریاض المسائل سے ۹ سال تک استفادہ کرتے رہے۔ ایک مدت کے لئے ایران آئے اور پھر کربلا واپس چلے گئے اور تا دم مرگ طلاب کو پڑھاتے رہے۔ آپ اپنے دور میں حوزہ علمیہ کربلا کے اہم رکن تھے۔ اپنے علم اور حُسن بیان کی وجہ سے قلیل مدت میں اپنے شاگردوں کو مرحلہ اجتہاد تک پہنچا دیتے تھے۔ دن اور رات درس و بحث میں گزارتے یہاں تک کہ رمضان میں بھی آپ کے دروس جاری رہتے تھے۔ آپ ۱۲۴۶ھ نے میں انتقال کیا اور کربلا اپنے گھر میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر کی زیارت کی جاتی ہے ( طبقات اعلام الشیعہ ج ۱۱ ص ۶۱۹۔ ۶۲۰ )

۱۱۶۔ مولیٰ آغا بن عابد بن رمضان بن زاہد شیروانی الاصل معروف بہ دربندی عالم تبحر حکیم بارع فقیہ فاضل محدث اور رجالی تھے۔ آپ نے نجف میں فقہ اور کربلا میں شریف العلماء مازندرانی سے اصول فقہ پڑھا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد ایران آئے اور تہران کو اپنا مسکن قرار دیا جہاں ۱۲۸۵ھ یا ۱۲۸۶ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کی کئی کتابیں چھپ چکی ہیں ( طبقات اعلام الشیعہ ج ۱۰ ص ۱۵۲۔ ۱۵۳ ) چونکہ آپ شریف العلماء کے شاگرد تھے اور اسی دوران سادات موسوی کا شجرہ ان کی خدمت میں تصدیق کے لئے پیش کیا گیا تھا اور آپ نے بھی پھر شہادت کے طور پر کچھ کلمات رقم فرمائے تھے۔

۱۱۷۔ سید محمد باقر بن محمد نقی موسوی شفتی اصفہانی معروف بہ حجۃ الاسلام ۱۱۷۵ھ میں رشت ایران میں پیدا ہوئے اور سات سال کی عمر میں شفت منتقل ہوئے۔ ۱۱۹۲ھ کو اعلی تعلیم حاصل کرنے کے لئے عراق گئے جہاں پہلے کربلا میں پھر نجف میں مشغول تحصیل ہوئے۔ اس کے بعد کاظمین میں علماء سے استفادہ کرتے رہے۔ پھر واپس ایران جاکر قم اور کاشان میں اپنی تعلیم کو جاری رکھا یہاں تک کہ فضلاء میں شمار ہونے لگے۔ آخر کار اصفہان میں ساکن ہوکر درس وتدریس کو مشغلہ قرار دیا اور مرجعیت کے اعلی مقام پر فائز ہوئے۔ آپ نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۲۶۰ھ میں اصفہان میں ہوا اور اسی شہر میں محلہ بید آباد میں دفن ہوئے ( طبقات اعلام الشیعہ ج ۱۰ ص ۱۹۲۔ ۱۹۶ )

۱۱۸۔ سید محمد بن میرزا معصوم بن محمد رضوی ملقب بہ علم الہدی و معروف بہ ابن قصیر اپنے عہد کے فقہاء اور مراجع میں سے تھے۔ انہوں نے عراق میں تعلیم حاصل کر کے ایران کا رُخ کیا اور اصفہان میں کچھ مدت رہ کر مشہد چلے گئے۔ مشہد میں وہ مرض میں مبتلا ہوگئے اور تہران علاج کے لئے منتقل ہوئے پھر یہاں سے عتبات عالیات جانے کی غرض سے قم آئے۔ لیکن ۱۲۵۵ھ کو اسی شہر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کا جنازہ قم سے مشہد لے جاکر سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کی کئی تالیفات طبع ہوکر منظر عام پر آئی ہیں۔ ( طبقات اعلام الشیعہ ج ۱۲ ص ۴۵۷۔ ۴۶۰ )

۱۱۹۔ صاحب تکمل الجواہر نے یہ مختصر شجرہ ترتیب دیا ہے اور لکھا ہے کہ مفصل شجرہ عبد صالح میں موجود ہے۔ چونکہ ان کی یہ کتاب ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ اس لئے آخر میں ہم نے ملحقات میں اس خاندان کا مفصل شجرہ فصل الخطاب سے نقل کیا ہے۔

۱۲۰۔ دیکھئے تعلیقہ شمارہ ۱۔

**۱۲۱۔** ملا حیدر علی بن مصطفیٰ علی انصاری کشمیری کا شمار اعاظم فقہائے کشمیر میں ہوتا ہے۔ آپ نے کشمیر میں ولادت پاکر ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں حاصل فرمائی اور پھر مزید تعلیم کے لئے عتبات عالیات کا رخ کیا اور تعلیم مکمل کر کے کشمیر آگئے اور تمام عمر تبلیغ شریعت محمدی ﷺ میں بسر فرمائی۔ آپ آیات عظام میرزا سید محمد حسن شیرازی معروف بہ المجدد الشیرازی اور شیخ زین العابدین مازندرانی کے خصوصی وکلاء اور معتمدین میں سے تھے۔ آپ کی کئی تالیفات چھپ چکی ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۰ رمضان ۱۳۳۳ھ کو ہوا اور بابا مزار جڈہ بل میں دفن ہوئے (دانشنامہ شیعیان کشمیر ج ۱ ص ۲۶۷۔۲۷۱)

**۱۲۲۔** زین العابدین بن مسلم مازندرانی بار فروشی حائری مازندران ایران میں ۱۲۲۷ھ میں پیدا ہوئے۔ مقدمات پڑھنے کے بعد ۱۲۵۰ھ میں پہلے کربلا اور پھر نجف اعلیٰ تعلیم کی غرض سے گئے۔ تعلیم مکمل کر کے واپس کربلا آگئے اور اپنی صلاحیات کے باعث جلد ہی اس شہر مقدس کے مراجع میں شمار ہونے لگے۔ آپ پوری عمر درس وتدریس اور تالیف و تحقیق میں مشغول رہے۔ ایران، عراق اور ہند کے اکثر شیعیان آپ کے مقلد تھے۔ آپ ۱۳۰۹ھ نے میں کربلا میں وفات پائی۔ (طبقات الفقہاء ج ۱۴ ص ۲۶۴۔۲۶۶)

**۱۲۳۔** حسین بن محمد اسمٰعیل بن ابی طالب بن علی اردکانی یزدی حائری معروف بہ فاضل اردکانی فقیہ محقق اور مرجع تھے۔ آپ یزد کے علاقہ اردکان میں ۱۲۳۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کر کے عراق گئے جہاں تعلیم مکمل کرنے کے بعد مرجعیت پر فائز ہوئے۔ فقہ واصول فقہ میں کئی کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ آپ نے ۱۳۰۲ھ میں کربلا میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (طبقات الفقہاء ج ۱۴ / ۱ ص ۲۲۷۔۲۲۸)

**۱۲۴۔** ان کے حالات فراہم نہ ہوسکے۔

۱۲۵۔ محمد بن محمد باقر ایروانی نجفی، فاضل ایروانی کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ ایروان سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے عراق گئے اور تعلیم سے فراغت پا کر مراجع میں شمار ہوئے۔ آپ کی اکثر تالیفات فقہ اور اصول فقہ میں ہیں۔ ۱۳۰۷ھ میں نجف میں واصل بحق ہوئے ( طبقات الفقہاء ج ۱۴ / اص ۵۷۴-۵۷۵ )

۱۲۶۔ احمد بن حسین اصفہانی تفریشی نجفی نے ابتدائی تعلیم اصفہان میں حاصل کر کے نجف کا رخ کیا۔ اور یہیں اپنی تعلیم کو پایہ تکمیل تک پہنچایا آپ اپنے عہد کے فقہاء میں شمار ہوتے تھے۔ اصول و فقہ میں کئی کتابیں تالیف فرمائیں۔ ۱۳۰۹ھ میں انتقال ہوا۔ ( طبقات الفقہاء ج ۱۴ / اص ۶۷ )

۱۲۷۔ ان کے حالات فراہم نہ ہو سکے۔

۱۲۸۔ ان کے حالات فراہم نہ ہو سکے

۱۲۹۔ ملا محمد جواد بن فضل علی انصاری اپنے دور کے فقہاء اور متکلمین میں تھے۔ آپ کو کشمیر میں مرجعیت عموی حاصل تھی۔ آپ نے نہج البلاغہ کی شرح لکھی ہے۔ آپ کا انتقال ۱۲۸۱ھ میں ہوا اور بابا مزار جڈبل سرینگر میں دفن ہوئے ( دانشنامہ شیعیان کشمیر ج اص ۲۰۸-۲۱۰)

۱۳۰۔ یعنی ملا حیدر علی انصاری کے عم محترم۔

۱۳۱۔ دیکھئے تعلیقہ شمارہ ۱۔

۱۳۲۔ سید مہدی بن حیدر موسوی صفوی نجفی کشمیر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کر کے نجف گئے۔ جہاں سے تعلیم حاصل کر کے ۱۲۹۷ھ میں واپس کشمیر آئے۔

آپ فقیہ اور متکلم تھے۔ آپ کی کئی کتابیں مختلف موضوعات پر چھپ چکی ہیں۔ ۱۳۰۹ھ کو انتقال ہوا اور بڈگام میں دفن ہوئے (دانشنامہ شیعیان کشمیر ج ا ص ۲۲۶۔۲۳۱)

**۱۳۳۔** پہلی دس تصدیقات کو تو ہم نے فصل الخطاب سے نقل کیا ہے لیکن آخری تین تصدیقات کو حکیم سید مرزا کے "شجرہ سادات پتلی پورہ" سے نقل کیا ہے جو فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

**۱۳۴۔** دیکھئے تعلیقہ شمارہ ۱۱۹۔

**۱۳۵۔** سید علی بن ابو القاسم رضوی حائری کشمیری لاہوری ۱۲۸۸ھ میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ ابتدا میں اپنے والد کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا اور پھر مزید تعلیم کے لئے نجف گئے۔ آپ فقیہ، متکلم، مفسر اور عظیم مبلغ تھے تمام عمر درس وتدریس اور تالیف و تبلیغ میں گزاری۔ آپ نے مختلف موضوعات پر دسیوں کتابیں لکھیں۔ ۷۲ سال کی عمر میں تفسیر نویسی کے دوران علیل ہوئے اور ۳ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ کو لاہور میں رحلت فرمائی۔ آپ کی قبر کربلا گامے شاہ میں مؤمنین کی توجہ کا مرکز ہے۔ (دانشنامہ شیعیان کشمیر ج ا ص ۲۹۲۔۲۹۹)

**۱۳۶۔** سید محمد بن مہدی موسوی صفوی اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم وفقیہ تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کشمیر میں حاصل کی اور پھر لکھنؤ کے علماء سے استفادہ کیا۔ مگر جب آپ کے والد بزرگوار واپس کشمیر آئے تو ان کے پاس اپنی تعلیم کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ پوری عمر تبلیغ فرماتے رہے اور بڈگام میں ایک دینی مدرسہ اور امام باڑہ کی بنیاد ڈالی۔ آپ کی تالیفات میں سے معراج الفلاح و منہاج الصلاح چھپ چکی ہے۔ موصوف کا ۱۳۵۰ھ میں انتقال ہوا اور اپنے والد کے پاس بڈگام میں دفن ہوئے۔ (دانشنامہ شیعیان کشمیر ج ا ص ۲۸۶۔۲۸۷)

# منابع تحقیق


۱۔ اختر درخشاں سید محمد باقر موسوی صفوی / بنارس / بے تاریخ

۲۔ اعیان الشیعہ / سید محسن امین عاملی / بیروت / ۱۴۰۳ھ

۳۔ اوش تہ آب / حکیم غلام صفدر ہمدانی / دہلی / ۲۰۰۹ء

۴۔ بہارستان شاھی / نامعلوم / تحقیق: ڈاکٹر اکبر حیدری / کشمیر / ۱۹۸۲ء

۵۔ البیاض الابراہیمی / گروہ محققین / ۱۴۲۵ق

۶۔ بیاض حسن / سید حسن معرکہ دار / مخطوط

۷۔ تاریخ اقوام کشمیر / محمد دین فوق / لاہور / بے تاریخ

۸۔ تاریخ حسن / پیر غلام حسن کھویہامی / کشمیر / بے تاریخ

۹۔ تاریخ جہانگیر / ڈاکٹر بنی پرشاد / ترجمہ: رحم علی الھاشمی / لاہور / بے تاریخ

۱۰۔ تاریخ رشیدی / میرزا محمد حیدر دوغلات / تحقیق: ڈاکٹر عباس قلی غفاری فرد / تہران / ۱۳۸۳ھ ش

۱۱۔ تاریخ علمائے ھند / رحمٰن علی / تحقیق: بابای پور / قم / ۱۳۹۱ھ ش

۱۲۔ تاریخ فرشتہ اردو) / محمد قاسم فرشتہ / ترجمہ: عبدالحہ خواجہ / لاہور / ۲۰۰۸ء

۱۳۔ تاریخ کشمیر / سید علی ماگرے / سرینگر / ۱۹۹۳ء

۱۴۔ تاریخ کشمیر / محمد الدین فوق / لاہور بے تاریخ

۱۵۔ تاریخ کشمیر / ملک حیدر چاڈورہ / تحقیق و ترجمہ: راضیہ بانو / دھلی / ۱۹۹۱ء

۱۶۔ تجلیات خانہ علم و دین / سید محمد باقر موسوی صفوی / کشمیر / ۱۴۳۳ھ

۱۷۔ تذکرہ علمای امامیہ پاکستان / سید حسین عارف نقوی / اسلام آباد / ۱۴۰۴ھ

۱۸۔ تذکرہ نصر آبادی / محمد طاہر / تحقیق: محسن ناجی نصر آبادی / تہران / ۱۲۷۸ھ ش

۱۹۔ تذکرہ شعرائے کشمیر / اصلح متخلص بہ میرزا / تحقیق: سید حسام الدین راشدی / لاہور / ۱۹۸۳

۲۰۔ تکملہ نجوم السماء / میرزا محمد مھدی لکھنوی کشمیری / قم / بے تاریخ

۲۱۔ تنبیہ العباد فی الاحوال مولوی محمد جواد / منشی جعفر / کشمیر / بے تاریخ

۲۲۔ چاند میری زمین پھول میرا وطن / سید محمد انیس کاظمی / کشمیر / ۲۰۰۸ء

۲۳۔ خاطرات / آیت اللہ پسندیدہ / تہران / ۱۳۸۳ھ ش

۲۴۔ خلاصۃ المناقب / نور الدین جعفر بدخشی / تحقیق: ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر / اسلام آباد / ۱۹۸۸ء

۲۵۔ دانشنامہ شیعیان کشمیر / سید محسن حسینی کشمیری / کراچی / ۱۴۳۲ھ

۲۶۔ دنبالہ جستجو در تصوف ایران / ڈاکٹر عبد الحسین زرین کوب / تہران / ۱۳۸۹ھ ش

۲۷۔ الذریعہ الی تصانیف الشیعہ / آغا بزرگ تہرانی / بیروت / ۱۴۰۳ھ

۲۸۔ ریاض الشعراء / علی قلی والہ داغستانی / تحقیق: سید محسن ناجی نصر آبادی / تہران / ۱۳۸۳ھ ش

۲۹۔ السادۃ فی السیادۃ السادۃ / سید ابو القاسم رضوی حائری / تحقیق: سید مھدی رجائی / قم / ۱۴۲۹ھ

۳۰۔ سلسلۃ النسب صفویہ / حسین پیر زادہ زاھدی / برلین / ۱۳۴۳ھ ش

۳۱۔ شاہ ہمدان حیات اور کارنامے / ڈاکٹر شمس الدین احمد / کشمیر / ۲۰۰۷ء

۳۲۔ شباب کشمیر / محمد الدین فوق / لاہور / بے تاریخ

۳۳۔ شجرۃ سادات تیلی پورہ / سید مرزا موسوی / مخطوط

۳۴۔ شجرۃ الطیبۃ / ڈاکٹر سید فاضل موسوی صفوی خلخالی زادہ / قم / ۱۴۱۴ھ

۳۵۔ شیعیان کشمیر / حکیم غلام صفدر ہمدانی / دہلی / ۱۳۸۹ھ

۳۶۔ صبح طالع / سید باقر معرکہ دار / کشمیر / ۲۰۰۷ء

۳۷۔ صفویہ از ظہور تا زوال / رسول جعفریان / تہران / ۱۳۸۵ھ ش

۳۸۔ طبقات اعلام الشیعہ / آغا بزرگ تہرانی / بیروت / ۱۴۳۰ھ

۳۹۔ فصل الخطاب فی جواب سوال مشاکیک الانساب / حیدر علی انصاری / لاہور / بے تاریخ

۴۰۔ فہرس التراث اھل البیت / سید محمد حسین حسینی جلالی / تحقیق: سید محمد جواد حسینی جلالی / قم

۴۱۔ کشف الحجب والاستار / سید اعجاز حسین کنتوری / قم / ۱۴۰۹ھ

۴۲۔ گلستان زہرا / سید محمد انیس کاظمی / کشمیر / ۲۰۰۷

۴۳۔ ماثر الامرا / صمصام الدولہ شاہنواز خان / ترجمہ پروفیسر محمد ایوب قادری / لاہور / ۲۰۰۷

۴۴۔ مجالس المومنین / قاضی سید نور اللہ شوشتری / تہران / ۱۲۹۹ھ ش

۴۵۔ مختصر تاریخ کشمیر / محمد امین پنڈت / کشمیر / ۱۹۹۳

۴۶۔ مشجرات ملا خاندان / مخطوط

۴۷۔ المشجر الوافی / سید حسین ابو سعیدۃ موسوی / قم / ۲۰۱۱

۴۸۔ معجم البلدان / یاقوت حموی بغدادی / بیروت / ۱۳۹۹

۴۹۔ موسوعۃ طبقات الفقہاء / جعفر سبحانی / قم / ۱۴۲۲ھ

۵۰۔ نزہۃ الخواطر / عبدالحیی ندوی حسنی / بیروت / ۱۴۲۰ھ

۵۱۔ واقعات کشمیر / خواجہ محمد اعظم دیدہ مری / ترجمہ ڈاکٹر شمس الدین احمد / کشمیر / ۲۰۱۱

۵۲ . ***A socio – intellectual History of Isna Ashari Shia's in India / Dr. Sayed Athar Abbas Rizvi / Delhi /*** ۱۹۸۶

کحل الجواہر کشمیر کے موسوی سادات کے اُس خاندان کا تذکرہ ہے۔
جن کے جد اعلی شہید سلطان حیدر 766ھ میں ایران سے کشمیر آئے۔
اس خاندان نے دسیوں علماء، فقہاء اور دانشور پیدا کئے یہ گھرانہ اپنے شرف و بزرگی میں مشہور اور جامہ دانش و تقوی سے آراستہ تھا۔
مختلف ادوار میں اس خاندان کے بزرگان نے علم و ادب کی جو درخشان خدمت کی وہ تاریخ میں ثبت ہے۔ سرزمین کشمیر پر اس خاندان کی علمی اور تبلیغی خدمات ناقابل فراموش اور مذہب اہل بیت علیہم السلام کی بقاء کے لئے ان کی شہادتیں اہل کشمیر کے لئے باعث فخر ہیں۔
اسی خاندان کی ایک ممتاز شخصیت کا نام سید رضا ہے جو علم و دانش میں بلند مقام رکھتے تھے اور روز عاشورا 1246ھ کو مخالفین کے ہاتھوں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ ان ہی کے فرزند ارجمند علامہ جلیل سید علی بن رضا موسوی کشمیری نے یہ رسالہ تحریر فرمایا تھا

مرکز احیاء آثار برّصغیر ( مآب )
(شعبہ کراچی)
E-mail : maab1431@yahoo.com